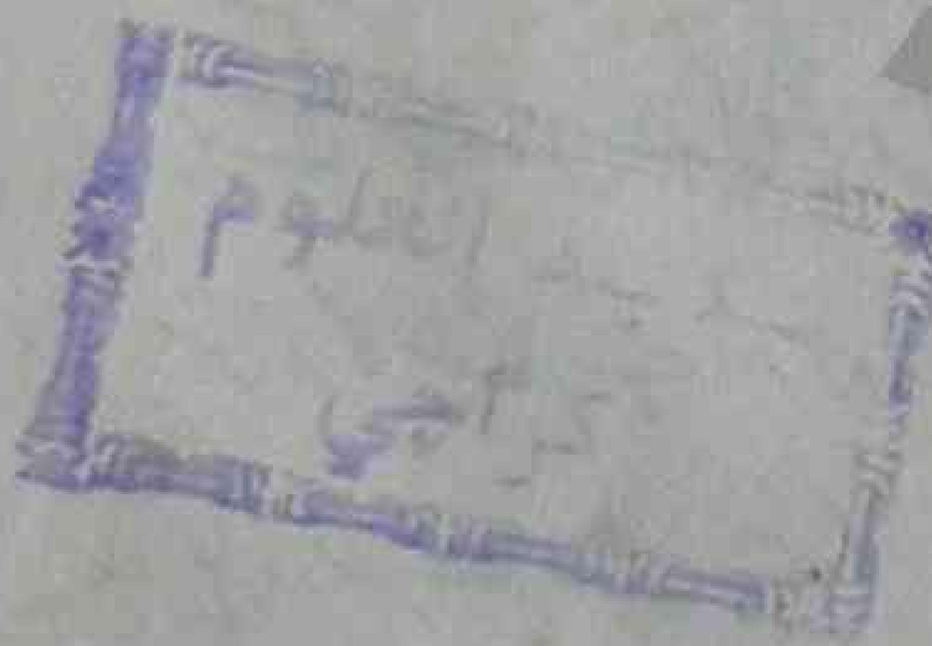
القرآن المجید

پہلا پارہ

مترجمہ

فخر المحققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ دام ظلہ



ناشر

ادارۂ علمیہ (پاکستان) لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنِ مجید اسلامی تعلیمات کا وہ سرچشمہ ہے جس کے مندرجات کی نشر و اشاعت کو ہمیشہ مسلمانوں نے ایک اہم دینی فریضہ سمجھا۔

عرب قوم یا عربی داں جماعت کے لیے تو اس کے ترجمے کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔ اُن کے لیے صرف تفسیر و تشریح کی ضرورت تھی مگر ایران اور ہندوستان کے ایسے ملکوں میں جہاں کے زیادہ تر افراد عربی زبان سے ناواقف تھے۔ اس کے تحت اللفظی معانی کے سمجھانے کے لیے ترجموں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ گیارہویں صدی ہجری میں ایران میں جمال المحققین آقا جمال خوانساری نے جو فقیہ اور محقق بھی تھے فارسی میں بہترین ترجمۂ قرآن فرمایا۔ ہندوستان میں اس کے بعد علمائے اہلِ سنت میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس کا آغاز کیا تو سطحی نگاہ والے سوادِ اعظم کے مدعیانِ علم میں شور ہو گیا کہ ترجمۂ قرآن جائز نہیں ہے۔ آخر یہ شور و غوغا ختم ہوا اور بالغ نظر محققین علماء نے یہ طے کر دیا کہ عوام کو مضامینِ قرآن پر مطلع کرنے کے لیے ترجمہ امرِ مستحسن ہے۔ بے شک ترجمہ کو اصلِ قرآن کا درجہ نہیں حاصل ہو سکتا اور ترجمہ کے پڑھنے سے ثوابِ تلاوتِ قرآن کا استحقاق نہیں ہوگا۔ یہی نظریہ ہے جو بالکل مسلمات میں داخل ہے اور حق و صواب ہے۔

شیعوں میں سب سے پہلا ترجمۂ قرآن جناب غفرانمآب مولانا سید دلدار علی طاب ثراہ کے فرزندِ ارجمند جناب مولانا سید علی صاحب متوفی ۱۲۵۹ھ نے کیا جو اُن کی اردو تفسیر "التوضیح المجید" کے ضمن میں ہے۔ اس کے بعد سُنّی و شیعہ بہت سے علماء اس کام کو انجام دیتے رہے مگر ظاہر ہے کہ ترجمہ عربی زبان پر پورے عبور کے ساتھ اردو محاورات میں کامل اقتدار کا طلبگار ہے اور خود اردو زبان کا معیار مختلف ادوار میں اب تک برابر بدلتا رہا اور اونچے سے اونچا ہوتا رہا۔ اس لیے ہر دوسرے دور میں پہلے کا ترجمہ ناکافی معلوم ہوا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

اب تک کے ترجموں میں بلا خوفِ انکار کہا جا سکتا ہے کہ سب سے بہتر ترجمہ مولانا حافظ سید فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ کا ہے جو مختصر تفسیر و حواشی کے ساتھ شائع ہوا ہے مگر زمانہ کے ارتقاء کے ساتھ مختلف پہلوؤں کے سامنے آنے کی وجہ سے پھر بھی ایک بلند تر معیار کی تشنگی محسوس ہوتی رہی۔ خصوصاً حواشی میں، اس لیے کہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم نے متعدد مقامات پر تفاسیرِ اہلِ سنت پر اعتماد کر کے حواشی تحریر کر دیے ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے ہمارے مستند تفاسیر اور ثابت شدہ نظریات کے خلاف ہیں۔ اس کے لیے مزید ترجمہ اور حواشی کی ضرورت برقرار رہی۔

شکر ہے کہ اس ضرورت کی طرف جناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ کی توجہ مبذول ہو گئی۔

موصوف کے جو قرآنی خدمات اب تک منظرِ عام پر آئے ہیں اور نیز آپ کی تقریریں اور بیانات جو ہزاروں آدمیوں کے گوش زد ہوتے رہتے ہیں اُن کی بناء پر علومِ قرآن میں آپ کا تبحّر ایک مسلّم الثبوت حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اردو کے صاحبِ زبان ہونے کے ساتھ اپنے ادبی کمال کی بلندی کے لحاظ سے بھی اُن کا امتیاز مسلّم ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو ترجمہ کی کامیابی کی ضامن ہیں۔ چنانچہ آپ کے ترجمہ کا پہلا پارہ جو اب منظرِ عام پر آ رہا ہے اُن تمام خصوصیات کا حامل ہے جن کی توقع آپ کے ترجمہ میں کی جا سکتی تھی۔

ذیل میں کچھ ممتاز تراجم میں سے چند آیاتِ قرآن کا ترجمہ اور اُن کے بالمقابل جناب سید العلماء کا ترجمہ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے جس سے پتہ چلے گا کہ اس ترجمہ کو موجودہ تراجم میں کیا امتیاز حاصل ہے۔

۱۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مولانا فرمان علی صاحب مرحوم: "خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔" مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی: "شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔" مولانا علی نقی صاحب قبلہ: "سہارا اللہ کے نام کا جو سب کو فیض پہنچانے والا بڑا مہربان ہے۔" +

(مختصر تشریح) رحمٰن اور رحیم کی لفظوں میں فرق یہ ہے کہ رحمٰن اُس رحمت کو بتاتا ہے جو دوست و دشمن اور مومن و کافر سب کو عام ہے اور ایسی رحمت اللہ سے مخصوص ہے اسی لیے غیر اللہ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن رحیم اُس رحمت کا مظہر ہے جو مومنین سے مختص ہے۔ یہ فرق گزشتہ ترجموں سے ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ جو دوست، دشمن کو عام ہو اُسے "مہربانی" کہنا درست نہیں بلکہ "فیض" کی لفظ سے اُس کی تعبیر درست ہے۔ "رحم کرنا" ہماری زبان میں مصیبت کے وقت سے مختص ہے۔ یہ تمام انواع رحمت کو شامل نہیں۔ (شروع) کلام میں مقدر ہے لہٰذا ترجمہ میں بھی مقدر قرار دینا درست ہے۔ اُسے مظہر بنا دینا ترجمہ کے حدود سے تجاوز ہے۔ پھر عبد الماجد صاحب کے ترجمہ کی ترکیب بھی اردو محاورہ کے مطابق نہیں ہے۔

۲۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔

مولانا فرمان علی صاحب: "تو ہم کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ۔" مولانا عبد الماجد صاحب: "چلا ہم کو سیدھا راستہ"۔ مولانا علی نقی صاحب: "بتاتا رہ ہم کو سیدھا راستہ"۔

(مختصر تشریح) پہلے ترجمہ میں "ہدایت" کے معنی ہی نہیں پیدا ہوتے۔ "ثابت قدم رکھنا" اس لفظ کے معنی نہیں ہیں دوسرے میں "چلا" کی لفظ جبر کا توہم پیدا کرتی ہے۔ آخری ترجمہ میں ہدایت کا مفہوم بھی آ گیا اور "رہ" کی لفظ سے ثابت قدم رکھنے کے معنی بھی آ گئے۔

۳۔ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ۔

مولانا عبد الماجد صاحب: "اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔" مولانا فرمان علی صاحب:

"اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں"۔ مولانا علی نقی صاحب: "جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے۔ اُس میں سے خیرات کرتے ہیں"۔ (تشریح) مطلق "خرچ کرنا" کوئی مدح نہیں۔ فرمان علی صاحب نے اس کمی کو بریکٹ کے الفاظ سے پورا کیا ہے مگر بریکٹ کا ترجمہ میں داخل ہونا درست نہیں۔ "خیرات" کی لفظ اس کمی کو دور کر دیتی ہے۔

۴۔ واولٰئك هم المفلحون

مولانا فرمان علی صاحب: "اور یہی لوگ اپنی دلی مرادیں پائیں گے"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "یہی (پورے) بامراد ہیں"۔ مولانا سید علی نقی صاحب: "یہ ہیں جو ہر حیثیت سے بہتری پانے والے ہیں"۔ (تشریح) فلاح کے معنی ائمۂ لغت کے قول کے مطابق انواعِ خیر کے شمول پر مشتمل ہیں۔ "مراد" کی لفظ اُنہی چیزوں کو شامل ہے جن کا انسان کو تصور اور جن کی طلب ہے۔ فلاح کی لفظ اس سے زیادہ وسعت کی حامل ہے۔

۵۔ اولٰئك الذين اشتروا الضلالة بالهدى فما ربحت تجارتهم وما كانوا مهتدين۔

مولانا فرمان علی صاحب: "یہی وہ لوگ ہیں، جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید کی۔ پھر نہ ان کی تجارت ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ اُن لوگوں نے ہدایت ہی پائی"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے گمراہی خرید کر لی ہدایت کے بدلے۔ سو نہ اُن کی تجارت ہی سود مند ہوئی اور نہ وہ راہ یاب ہوئے"۔ مولانا سید علی نقی صاحب: "یہ ہیں وہ جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی تو نہ اُن کے بیوپار نے نفع دیا اور نہ اُنھیں ہدایت ہی نصیب ہوئی"۔ (تشریح) پہلے دونوں ترجموں میں سلاست کی کمی ہے اور پہلے ترجمہ میں "پھر" کی لفظ بے موقع اور دوسرے میں "سو" ہے جو متروک ہے اور "راہ یاب" کی ترکیب غریب ہے۔

۶۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار۔

مولانا فرمان علی صاحب: "پس اگر تم یہ نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "اور اگر یہ نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو پھر اُس آگ سے ڈرو"۔ مولانا سید علی نقی صاحب: "اب اگر تم نے ایسا نہ کیا اور ہرگز نہیں کرو گے تو پھر بچنے کا سامان کرو اُس آگ سے"۔ (تشریح) "سکو" کی لفظ اُن دونوں ترجموں میں اصل سے زائد ہے۔ اس کے بعد اتقاء کے معنی ڈرنے کے ہیں ہی نہیں۔ بچنے کا سامان کرنا اس کے لغوی معنی سے مطابق بھی ہے اور اصل مفہوم کو بھی زیادہ واضح کرتا ہے۔

۷۔ هو الذی خلق لكم ما فی الارض جمیعا ثم استوىٰ الى السماء فسوّاهن سبع سمٰوات۔

مولانا فرمان علی صاحب: "وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کی کل چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان ہموار (و مستحکم) بنا دیئے"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "وہ وہی (خدا) ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب، پھر اُس نے آسمان کی طرف توجّہ کی اور انھیں

ساتوں آسمان درست کر کے بنا دیے"۔ مولانا علی نقی صاحب: "وہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب پھر آسمان کی طرف رُخ کیا، تو انھیں سات آسمانوں کی صورت میں درست کیا۔" پہلے ترجموں میں سلاست کی کمی نمایاں ہے۔

۸۔ انک انت العلیم الحکیم۔

مولانا فرمان علی صاحب: "تو بڑا جاننے والا مصلحتوں کا پہچاننے والا ہے"۔ مولانا عبد الماجد صاحب: "بے شک تو ہے بڑا علم و حکمت والا"۔ مولانا علی نقی صاحب: "یقیناً تو بڑا جاننے والا مناسب ہی کام انجام دینے والا ہے"۔

حکیم کی لفظ کا ترجمہ اُن دونوں میں مفقود یا ناقص ہے۔

۹۔ فتکونا من الظالمین۔

مولانا عبد الماجد صاحب: "ورنہ تم گنہ گاروں میں سے ہو جاؤ گے"۔ مولانا فرمان علی صاحب: "(ورنہ) پھر تم اپنا آپ نقصان کرو گے"۔ مولانا علی نقی صاحب: "ورنہ تم حد سے قدم آگے بڑھانے والوں میں سے ہو گے۔" (تشریح) ظالمین کا ترجمہ "گنہگار" غلط بھی ہے اور مخالفت عصمت سے زیادہ قریب بھی۔ دوسرے ترجمہ میں عصمت کا تحفظ کیا گیا ہے مگر "اپنا آپ" الفاظ قرآن کے حدود سے خارج ہے۔ آخری ترجمہ میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو لفظی مفہوم کے حدود سے خارج ہو اور وہ خود قرآن میں جو لفظ ظالم کی تشریح ہے اُس کے مطابق ہے کہ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک هم الظالمون۔

۱۰۔ ولا تکونوا اول کافر به

مولانا فرمان علی صاحب: "اور تم سب سے پہلے اُس کے انکار پر موجود نہ ہو جاؤ"۔ مولانا عبد الماجد صاحب: "اور مت بنو اس کے ساتھ اولین کفر کرنے والے"۔ مولانا علی نقی صاحب: "اور اس کے اول نمبر کے منکر نہ بنو"۔ پہلے دونوں ترجموں سے اولیت باعتبار زمانہ مستفاد ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ مقصود نہیں ہے بلکہ اولیت باعتبار شدت انکار مراد ہے۔ نیز پہلے دونوں ترجموں میں سلاست کی کمی بھی ظاہر ہے۔

۱۱۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانها لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔

مولانا فرمان علی صاحب: "اور (مصیبت کے وقت) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ نماز دوبھر تو ہے مگر اُن خاکساروں پر (نہیں)"۔ مولانا عبد الماجد صاحب: "اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور وہ بے شک گراں ہے مگر خشوع رکھنے والوں پر (نہیں)"۔ مولانا علی نقی صاحب: "اور سہارا لو صبر اور نماز کا اور یقیناً وہ گراں ہے (سب ہی پر) سوا عظمت الٰہی سے متاثر دل رکھنے والوں کے"۔ سہارا پکڑنے سے سہارا لینا زیادہ فصیح ہے۔ پہلے دونوں ترجموں میں بریکٹ (نہیں) کی لفظ بلاوجہ ہے عربی کے قاعدے سے جو شے مقدر مانی جاتی ہے اُسی کا بیان معنی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ عربی کے لحاظ سے اس استثناء کے قبل مستثنیٰ منہ مقدر ہوتا ہے جیسے "سب ہی پر" کی لفظ ظاہر کرتی ہے۔ "نہیں" تو الا کی لفظ سے ضمناً ظاہر ہوتا ہے جیسے سوا کی لفظ ظاہر کر دیتی ہے "خاکساروں" متواضعین کا ہم معنی ہے خاشعین کا نہیں۔ دریابادی صاحب کے ترجمہ میں "خشوع رکھنے والوں" کہا گیا ہے۔ اس میں خاشعین کی

لفظ سے جو واقف نہ ہو، تو اُس کے لیے ترجمہ ہی نہیں کیا گیا ہے۔ یہ تمام نقائص آخری ترجمہ میں دُور کر دیے گئے ہیں۔

۱۲۔ وانی فضلتکم علی العالمین۔

مولانا فرمان علی صاحب: "ہم نے تم کو سارے جہان کے لوگوں سے بڑھا دیا"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "تمہیں دُنیا جہان والوں پر فضیلت دی"۔ مولانا علی نقی صاحب: "میں نے تمہیں تمام خلائق سے زیادہ عطا کیا"۔ (تشریح) یہ بنی اسرائیل سے خطاب ہے۔ پہلے دونوں ترجموں میں فضلتکم کو فضیلت سے مشتق قرار دیا ہے حالانکہ بنی اسرائیل کا تمام اقوام سے افضل ہونا قرآن کی دوسری آیتوں کے خلاف ہے۔ حقیقت میں فضلتکم فضل بمعنی زیادتیِ عطا سے مشتق ہے، جس کا تیسرے ترجمہ میں تحفظ کیا گیا ہے۔

۱۳۔ واذ نجینٰکم من اٰل فرعون یسومونکم سوٓء العذاب یذبحون ابنآءکم ویستحیون نسآءکم۔

مولانا فرمان علی صاحب: "اور (اُس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمہیں (تمہارے بزرگوں کو) قوم فرعون (کے پنجے) سے چھڑایا جو تمہیں بڑے بڑے دکھ دے کے ستاتے تھے۔ تمہارے لڑکوں پر تو چھری پھیرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (اپنی خدمت کے لیے) زندہ رہنے دیتے تھے"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی تھی جو تمہارے اُوپر بڑا عذاب توڑ رہے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے"۔ مولانا علی نقی صاحب: "اور اُس وقت جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے چھٹکارا دِیا جو تمہیں بُری طرح تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو حلال کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھ لیتے تھے"۔ (تشریح) پہلے ترجمہ میں بریکٹ کے الفاظ کی زیادتی ترجمہ کے حدود سے تجاوز کر گئی ہے۔ دُوسرے ترجمہ میں "زندہ رہنے دیتے تھے" کسی مصیبت کا پتہ نہیں دیتا۔ اس کمی کو پہلے ترجمہ میں بریکٹ کے الفاظ "(اپنی خدمت کے لیے)" سے پُورا کیا گیا تھا۔ "رہنے دیتے تھے" میں یہ بھی نقص ہے کہ "دیتے" کی لفظ یہاں صحیح ہے جو دُوسرے پر کوئی کرم مقصود ہو۔ آخری ترجمہ میں "رکھ لیتے تھے" کی لفظ اختصار کے ساتھ محاورہ کے اندر اس نقص کو دُور کر دیتی ہے۔

۱۳۔ فاخذتکم الصاعقۃ۔

مولانا فرمان علی صاحب: "اس پر تمہیں بجلی نے لے ڈالا"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "اس پر تم کو آلیا کڑک نے"۔ مولانا علی نقی صاحب: "اس پر تمہیں بجلی نے گرفت میں لے لیا"۔ اس ترجمہ کی فصاحت نمایاں ہے۔

۱۴۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰرٰی والصٰبئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

مولانا فرمان علی صاحب: "بے شک مسلمانوں اور یہودیوں اور نصرانیوں اور لامذہبوں میں سے جو کوئی خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتا رہے تو انھیں کے لیے اُن کا اجر و ثواب اُن کے خدا کے پاس ہے اور نہ (قیامت میں) ان پر کسی قسم کا خوف ہوگا، نہ وہ رنجیدہ دل ہوں گے"۔ مولانا عبدالماجد صاحب: "بے شک جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور جو لوگ

یہودی ہوئے اور نصارٰی اور صابی (غرض) جو کوئی بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے ان (سب) کے لیے اُن کے پروردگار کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ کوئی اندیشہ ان کے لیے ہے اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔" مولانا علی نقی صاحب: "یقیناً جو مسلمان ہی ہوں اور جو پہلے یہودی عیسائی اور صابی تھے جو کوئی بھی اللہ اور آخرت پر واقعی ایمان رکھے اور نیک عمل کرے تو اُن کے لیے ان کے پروردگار کے پاس اُن کا اجر ہے اور اُن کے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنج میں مبتلا ہوں گے" (تشریح) پہلے ترجموں سے خیال ہوتا ہے کہ نجات مسلمانوں سے مخصوص نہیں ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ تیسرے ترجمہ میں اس کا تحفظ کیا گیا ہے۔

۱۵۔ ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔

مولانا فرمان علی صاحب: "اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے کتاب (قرآن) آئی اور وہ اس (کتاب توریت) کی جو ان کے پاس ہے تصدیق بھی کرتی ہے اور اس سے پہلے (اس کی امید پر) کافروں پر فتحیاب ہونے کی دعائیں مانگتے تھے پس جب ان کے پاس وہ چیز جسے پہچانتے تھے آگئی تو لگے انکار کرنے۔" مولانا عبدالماجد صاحب: "اور جب ان کے پاس ایک کتاب اللہ کے پاس سے پہنچ گئی تصدیق کرنے والی اس کی جو ان کے پاس (پہلے سے) موجود ہے اور اس سے قبل یہ (خود ہی) کافروں سے بیان کیا کرتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ آگیا جس کو خوب پہچانتے تھے تو اسی سے کفر کر بیٹھے۔" مولانا علی نقی صاحب: "اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف کی وہ کتاب آئی جو اُن کے پاس والی (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے تو باوجودیکہ اس کے پہلے یہ لوگ خود کافروں کے سامنے اس کتاب کی پیشگوئی کر کے اپنی فتح و ظفر کا اعلان کرتے رہتے تھے اب جسے وہ پہلے سے جانتے تھے جب ان کے پاس آئی تو یہ خود اس کے منکر ہو گئے۔" (تشریح) پہلے ترجمہ میں کتاب اور تصدیق کرنے والی معطوف اور معطوف علیہ کے طور پر لایا گیا ہے جو غلط ہے۔ دوسرے میں "ایک کتاب" کی لفظ سے ابہام پیدا کر دیا ہے حالانکہ توصیف کے لیے "ایسی" کی لفظ کی ضرورت ہے جس سے ایک طرح کی تعیین ہو جاتی ہے۔ یستفتحون کے معنی "بیان کیا کرتے تھے۔" فتح کے معنی پر مشتمل نہیں ہیں جسے لفظ یستفتحون متضمن ہے۔ حالیہ ترجمہ میں یہ سب نقائص دور کر دیے گئے ہیں۔

۱۶۔ ولتجدنھم احرص الناس علی حیوٰۃ ومن الذین اشرکوا یود احدھم لو یعمر الف سنۃ وما ھو بمزحزحہ من العذاب ان یعمر۔

مولانا فرمان علی صاحب: "تم ان (ہی) کو زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے اور مشرکوں میں سے ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ کاش اُس کو ہزار برس کی عمر دی جاتی حالانکہ اگر اتنی طولانی عمر بھی دی جائے تو وہ (خدا کے) عذاب سے چھٹکارا دینے والی نہیں۔" مولانا عبدالماجد صاحب: "آپ انھیں زندگی پر حریص سب لوگوں سے بڑھ کر پائیں گے یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی بڑھ کر اُن

میں سے ایک ایک یہ چاہتا ہے کہ ہزار ہزار برس کی عمر پائے حالانکہ اگر اتنی عمر وہ پا بھی جائے تو یہ (امر) اُسے عذاب سے تو نہیں بچا سکتا۔" مولانا علی نقی صاحب: "اور ایک خاص (باعیش ونشاط) زندگی کی لالچ اُن میں سب سے، یہاں تک کہ مشرکین سے بھی زیادہ پاؤ گے، اُن میں کا ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش اُسے ہزار برس کی عمر ملتی حالانکہ اس عمر کا ملنا بھی اُسے عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتا۔" (تشریح) پہلے ترجمہ میں من الذین اشرکوا کو بعد کے فقرہ سے متعلق کر دیا ہے جو غلط ہے "زندگی" کی لفظ دونوں پہلے ترجموں میں اس طرح لائی گئی ہے کہ تنوین کے معنی پیدا نہیں ہوتے۔

۱۷- ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔

مولانا فرمان علی صاحب: "(اے رسول) ہم جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا (تمہارے ذہن سے) مٹا دیتے ہیں، تو اُس سے بہتر یا ویسی ہی (اور) نازل بھی کر دیتے ہیں" مولانا عبدالماجد صاحب: "ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو کوئی اس سے بہتر ہی یا مثل اس کے لے آتے ہیں۔" مولانا علی نقی صاحب: "جس آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھول جانے دیتے ہیں، اُس سے بہتر یا اُس کے مثل دوسری ہم پیش کر دیتے ہیں"۔ (تشریح) پہلا ترجمہ بریکٹ کے الفاظ "تمہارے ذہن سے" کی وجہ سے عقائدِ حقّہ کے مخالف ہو گیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ رسولؐ کے شایانِ شان یہ نہیں ہے کہ وہ آیاتِ الٰہیہ کو بھول جائیں۔ دوسرے ترجمہ میں یہ پہلو نمایاں نہیں ہے مگر "بھلا دینا" جبر کا پتہ دیتا ہے۔ یعنی اقوام کو انبیاء کی تعلیمات بھلا دینے کا ذمہ دار اللہ کو قرار دیتا ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔ تیسرے ترجمہ میں ان سب باتوں کا تحفظ ہے یہاں بھولنا خود ان قوموں کا عمل قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کی طرف سے اتنا ہی کہ وہ اس کے خلاف جبر اپنا صرف نہیں کرتا کہ زبردستی انھیں بھولنے سے مانع ہو۔

ننسھا کا یہ ترجمہ اُسی طرح درست ہے جس طرح یضلّ من یشاء کا یہ ترجمہ کہ "اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ ہو جانے دیتا ہے" جو عقیدۂ حق کے مطابق ہے۔

۱۸- وللہ المشرق والمغرب فاینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ۔ ان اللہ واسعٌ علیم۔

مولانا فرمان علی صاحب: "ساری زمین خدا ہی کی ہے (کیا) پورب (کیا) پچھم پس جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) رُخ کرو وہیں خدا کا سامنا ہے۔ بے شک وہ بڑی گنجائش والا اور خوب واقف ہے" مولانا عبدالماجد صاحب: "اور اللہ ہی کا ہے مشرق (بھی) اور مغرب (بھی) سو تم جدھر کو بھی منہ پھیرو اللہ ہی کی ذات ہے۔ اللہ بڑا وسعت والا ہے بڑا علم والا۔" مولانا علی نقی صاحب: "اور اللہ کے مشرق اور مغرب دونوں ہی ہیں تو جدھر تم رُخ کرو، اللہ کی مرضی مل سکتی ہے۔ یقیناً اللہ وسعت والا اور بڑا علم رکھنے والا ہے۔" (تشریح) پہلے ترجمہ میں بریکٹ میں (قبلہ کی طرف) کہہ کر سمت کو محدود بنا دیا گیا ہے جو اصل مضمونِ آیت کے خلاف ہے۔ "اللہ کا سامنا" اور "اللہ کی ذات" سے جو ان دونوں ترجموں میں ہے "اللہ کی مرضی" زیادہ مناسب ترجمہ ہے جس معنی سے "خالصۃً لوجہ اللہ" کا محاورہ ہے۔

۱۹ - ولا تسئل عن اصحاب الجحیم۔

مولانا فرمان علی صاحب: "اور دوزخیوں کے بارے میں تم سے کچھ نہ پوچھا جاوے گا۔" مولانا عبدالماجد صاحب: "اور آپ سے اہلِ دوزخ کی بابت کچھ بھی پوچھ نہ ہوگی۔" مولانا علی نقی صاحب: "اور دوزخ جانے والوں کی جواب دہی تم پر نہیں ہے۔" اس ترجمہ سے مفہوم غالباً زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

۲۰ - ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔

مولانا فرمان علی صاحب: "اے ہمارے پالنے والے تو ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا اور ہماری اولاد سے ایک گروہ (پیدا کر) جو تیرا فرمانبردار ہو۔" مولانا عبدالماجد صاحب: "اے پروردگار ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے اور ہماری نسل سے ایک فرمانبردار اُمت پیدا کر۔" مولانا علی نقی صاحب: "پروردگارا اور یہ عرض ہے کہ ہم دونوں کو اپنی بارگاہ میں "مسلم" قرار دے اور ہماری نسل میں سے بھی ایک امت قرار دے جو تیری بارگاہ میں مسلم ہو۔" (تشریح) قرآن کی دوسری آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ "مسلم" کی لفظ ابراہیم نے اس وقت کے لیے بطور نام کے قرار دیا ہے لہٰذا اس کا ترجمہ وصفی طور پر کر دینا اس کی اسمی حیثیت کو ختم کر دیتا ہے۔ ہاں تفسیری نوٹ کے طور پر "مسلم" کے معنی ظاہر کر دیے جائیں تو بہتر ہے۔

۲۱ - ام تقولون ان ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط کانوا ھودًا او نصاریٰ ءقل ءانتم اعلم ام اللہ ومن اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ وما اللہ بغافل عما تعملون۔

مولانا فرمان علی صاحب: "کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و اولادِ یعقوب سب کے سب یہودی یا نصرانی تھے (اے رسول ان سے) پوچھو تو کہ تم زیادہ واقف ہو یا خدا اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس کے پاس خدا کی طرف سے گواہی (موجود) ہو (کہ وہ یہودی تھے) اور پھر وہ چھپائے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے بے خبر نہیں ہے۔" مولانا عبدالماجد صاحب: "کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد (یعقوب) یہودی یا نصرانی تھے؟ آپ کہیے تم واقف ہو یا اللہ؟ اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اُس شہادت کو چھپائے جو اُس کے پاس اللہ کے ہاں سے پہنچ چکی ہے ورنہ اللہ ہمارے کرتوتوں سے بے خبر تو ہے نہیں۔" مولانا علی نقی صاحب: "کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب اور اسباط یہودی یا عیسائی تھے؟ ان سے کہنا چاہیے کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا کہ جو کسی گواہی کو جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے پوشیدہ کرے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔" (تشریح) پہلے ترجمہ میں یعقوب کا ذکر اڑا دیا گیا ہے اس کے علاوہ خدا کی طرف سے گواہی کے بعد بریکٹ میں یہ لکھ کر "(کہ وہ یہودی تھے)" مطلب ہی الٹا کر دیا۔ اللہ کی گواہی تو یہ ہے کہ وہ یہودی اور نصرانی کوئی بھی نہ تھے بلکہ حنیف مسلم تھے۔ دوسرے ترجمہ کے آخر میں "تمہارے کرتوتوں" کے بجائے "ہمارے" کر دیا گیا ہے۔ تیسرا ترجمہ ان سب غلطیوں سے بری ہے۔

جعفر حسین عفی اللہ عنہ —— ادارۂ علمیہ (پاکستان) لاہور۔

ا
سورہ حمد کے بہت
سے نام ہیں۔ فاتحۃ الکتاب۔ ام الکتاب۔ [illegible] شفا
احادیث میں بہت زیادہ وارد ہے۔ الفاتحہ [illegible] والی چیز [illegible] اس
کا نام ہے۔ اس کے معنی ہیں افتتاح کا ابتدا کے قرآن [illegible] سے آغاز کرنے والی [illegible]
نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سورہ کی جامعیت [illegible] عمل [illegible]
[illegible] الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم
[illegible] ایاک نعبد و ایاک نستعین [illegible] صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین [illegible] قرآن [illegible]

سُوْرَةُ الْفَاتِحَة

سورہ حمد

مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ آيَاتٍ

مکی[۲] ۷ آیتیں۔

بِسْمِ[۳] اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

سہارا اللہ کے نام کا جو سب کو فیض پہنچانے والا بڑا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾

ہر ایک تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار فیض پہنچانے والا بڑا مہربان،

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ

روزِ جزا کا مالک ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے

نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾

بس مدد مانگتے ہیں۔ بتلاتا رہ ہم کو سیدھا راستہ۔ اُن کا

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ

راستہ جنھیں تو نے اپنی نعمت سے نوازا ہے، نہ اُن کا

الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

جن پر غضب ہے اور نہ اُن کا جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

اس کی شرح۔ وہ اجمال ہے اور مجموعہ کلام مجید اُس کی تفصیل۔

ے۲ اس سورہ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ مکہ میں نازل ہوا ہے یا مدینہ میں یا دونوں جگہ مگر صحیح یہی ہے کہ وہ مکی ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ بالکل شروع شروع نازل ہوا ہے۔ اس لیے کہ نماز بعثت کے بعد ہی جاری ہو گئی تھی۔ اور سورہ حمد نماز کا لازمی جزو ہے صرف اقرأ کی ایک ابتدائی آیتیں اُس کے پہلے نازل ہوئی تھیں جن میں رسولؐ کو کچھ پڑھنے کی ہدایت ہوئی تھی اور جو چیز پڑھی جائے اُس کی تعلیم کے لیے سورہ حمد نازل ہوا۔

ے۳ یہ قرآن مجید اور نیز اس سورہ کی اہم ترین آیت ہے۔ جناب امیرؑ کا ارشاد ہے کہ جو کچھ تمام سورہ حمد میں ہے وہ تنہا بسم اللہ میں ہے۔ اس کی تشریح یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ان شعبوں پر غور کیجیے جن کا بیان سورہ حمد کے متعلق آچکا ہے تو اُن سب کا خلاصہ ہے عبد و معبود کا باہمی تعلق اور یہ تعلق بسم اللہ سے ظاہر ہوتا ہے جس میں بندہ اپنے خالق کے فیض و رحمت کا پتہ دیتا ہوا اُس سے امداد کا طالب ہوتا ہے۔

ے۴ اس کا تذکرہ بسم اللہ میں بھی ہو چکا تھا مگر وہاں امداد طلب کرنے کے ذیل میں تھا اور یہاں استحقاقِ حمد کے ثبوت میں۔ محل بدلا ہوا ہے اور مفاد جداگانہ اس لیے تکرار لازم نہیں آتی۔

ع ۱

ف۱ بقرہ گائے کو کہتے ہیں اور بچھڑا
بیل کو کہتے ہیں ۔ ایک گائے کے ذبح کا قصہ درج ہے ۔ یہ
اس سورہ میں ایک گائے کا قصہ درج ہے ۔ اس لیے یہ
بیل کے ذبح کا قصہ قرآن میں نہیں ہے ، جیسے
گئی اور سورہ اس نام سے موسوم ہوا ۔ تمام سورتوں میں سب سے بڑی
اس اُمّ کے ساتھ یہ قرآن حقائق اور تعلیمات پر مشتمل ہے ، اعلان خلافت اور
منافقین کے اوصاف ، بنی اسرائیل ، یہود و نصاریٰ
سورہ مکے اور بعث سے ، متقین کی شان ، منافقین ، قوم بنی اسرائیل ، ہاروت و ماروت ، اعلان
ایمان بالغیب کی اہمیت ، متقین کی شان ، جناب موسیٰ ؑ و قوم ، واقعہ ہاروت ، اسلام کی خدمت
آدم و ملائکہ ، متعدد واقعات جناب موسیٰ ؑ ، سبق آموز دور ، کا بعد یعقوب اور
کے مرحومات اور اُن کی سبق آموزی ، اس کا نتیجہ ، کے بعد یعقوب کا
امامت اور ذریت ابراہیمی ، اُن کے بعد یہود و نصاریٰ
اور ابراہیم اور اُن کے بعد پیشروان یہود و نصاریٰ ، تحویل
اسباط یعنی پیشروان ، اسی نسبت میں مندرج ، تحویل
قبلہ ، حیات شہدا ، ص

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ

سورۂ بقرہ ۔ مدنی

وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا ۔

۲۸۶ آیتیں ۴۰ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سہارا اللہ کے نام کا ، جو سب کو فیض پہنچانے والا بڑا مہربان ہے ۔

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى

الف لام میم ۔ یہ کتاب کہ جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ، ہدایت ہے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ

اللہ کا ڈر رکھنے والوں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں ، نماز ادا

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳

کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خیرات کرتے ہیں ،

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ

اور جو ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور جو آپ سے پہلے

مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

نازل کیا گیا تھا ، اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں ۔

الجزء الاول ۱

ص اقسام امتحان ، فضیلتِ صبر ، احکام حج و عمرہ ، آیاتِ قدرت ، احکامِ وصیت ، وضیت و احکام صوم ، حکم دعا ، حکمِ جہاد ، دنیا و آخرت کا امتزاج ، حدودِ انفاق ، حرمتِ شراب ، حرمتِ قمار ، احکام حالاتِ مخصوصۂ نسوان ، احکامِ طلاق و رضاع ، عدتِ وفات و طلاق ، نمازِ خوف ، واقعۂ طالوت ، حرمتِ ربا ، احکامِ دین و رہن و دیگر معاملات وغیرہ وغیرہ ۔ ان میں بہت سے امور ایسے ہیں ، جو صرف اس سورہ میں مذکور ہوئے ہیں ۔ قرآن میں اور کہیں درج نہیں ملتے ۔ اسی لیے ابتدائے زمانۂ نزول سے اس سورہ کی خاص اہمیت قرار پائی ہے ۔

ف۲ ایسے حروف کو جو بہت سے سوروں کی ابتدا میں ہیں مقطعات کہتے ہیں ۔ ان کے بارے میں صحیح یہی ہے کہ وہ رازہائے سربستہ ہیں جو مابین خدا اور رسولؐ ایک خصوصی پیغام کی حیثیت رکھتے ہیں ۔

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

بس یہ لوگ ہیں وہ جو اپنے پروردگار کی ہدایت پر قائم ہیں اور یہ ہیں وہ جو ہر حیثیت سے

الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

بہتری پانے والے ہیں بلاشبہ جن لوگوں نے کفر اختیار ہی کیا اُن کے حق میں یکساں ہے

ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑥

خواہ تم انھیں ڈراؤ یا تم اُنھیں نہ ڈراؤ بہرحال وہ ایمان لائیں گے نہیں ۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلٰٓى

مہر کردی ہے اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے سننے کی طاقت پر اور اُن

اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑦

کی نگاہوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور اُن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان

الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

لائے حالانکہ وہ مومن ہیں نہیں ۔ وہ اللہ اور ایمان والوں کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ حقیقۃً وہ خود اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ

اور انھیں اس کا احساس نہیں ہے اُن کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے اُن کی

اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا

بیماری اور بڑھا دی اور انھیں ایک دردناک عذاب اس وجہ سے ہوگا کہ وہ جھوٹ

يَكْذِبُوْنَ ⑩ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا

بولا کرتے تھے ۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ دُنیا میں خرابیاں

فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ⑪

نہ پھیلاؤ ، تو وہ کہتے ہیں کہ ارے ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں ۔

ف١ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو حق کو حق سمجھنے کے بعد باطل کو اُس پر ترجیح دیتے ہیں۔ اُن کے بارے میں یہ کوئی پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ اُن کے کفرِ اختیاری کے مقتضائے طبیعت کا بیان ہے۔

ف٢ "خدا کا مہر کر دینا" کنایہ ہے۔ اس بات سے کہ اُس نے نیک توفیق سلب کر لی جو اُن کی ہٹ دھرمی کے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ بندوں کو مجبور کر کے اُن سے گناہ کرواتا ہے۔ (تاج العلماء)

ع ١ ٧

ف٣ ایسی جماعت کو اصطلاحاً "منافق" کہتے ہیں۔ یہ کھلے ہوئے کافروں سے زیادہ خطرناک ہوا کرتی ہے۔

ف٤ بظاہر تو وہ رسول اور اہلِ ایمان کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر چونکہ بمقتضائے اسلام رسول کو رسول کہنے کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے پس پشت اللہ کی طاقت ہے۔ اس لیے نتیجۃً یہ اُن کا عمل اللہ کو فریب دینے کی کوشش بن جاتا ہے۔

ف٥ فزادھم میں حرف ف بہت اہم ہے۔ یہ گویا اس کا اعلان ہے کہ آگے جس فعل کا ذکر آ رہا ہے، وہ محض لطور ثمرہ یا نتیجہ کے پیدا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی طرف اس قسم کے افعال کا انتساب صرف مجازی حیثیت رکھتا ہے۔ (عبدالماجد دریابادی)

أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲﴾

یاد رہے کہ درحقیقت یہی خرابیاں ڈالنے والے ہیں لیکن وہ اس کا احساس نہیں رکھتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس طرح ایمان لاؤ جیسے اور آدمی ایمان لائے ہیں تو وہ

أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۗ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ

کہتے ہیں کہ کیا ہم اُن بے وقوفوں کی طرح سے ایمان قبول کریں؟ یاد رہے کہ درحقیقت یہی خود

وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا

بے وقوف ہیں مگر انھیں خبر نہیں ہے۔ اور جب وہ اُن لوگوں سے ملتے ہیں کہ جو ایمان لائے

قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا

ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم نے ایمان اختیار کیا اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ تخلیہ میں ہوتے ہیں تو کہتے

إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿۱۴﴾ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ

ہیں کہ یقین جانو ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو فقط بنا رہے تھے۔ اللہ خود انھیں بناتا ہے اور

بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۵﴾ أُولَٰئِكَ

انھیں اُن کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے کہ یہ اندھے پن میں مبتلا ہیں۔ یہ ہیں وہ

الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت

جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی تو نہ اُن کے بیوپار نے

تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ

نفع دیا اور نہ انھیں ہدایت ہی نصیب ہوئی۔ اُن کی مثال اس

كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ

شخص کی سی ہے کہ جس نے آگ سلگائی مگر جب اُس آگ نے اُس

مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ

کے گرد و پیش میں اُجالا کر دیا اللہ نے اُن کی روشنی سلب کر لی اور اُن کو اندھیروں میں چھوڑ

لَّا يُبْصِرُونَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۱۸﴾

دیا اس حال میں کہ انھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ بہرے گونگے اندھے ہیں وہ اب پلٹیں گے نہیں۔

ل۱ "افساد فی الارض" کے مفہوم میں وہ بد اعمالیاں آتی ہیں جو متعدی الی الغیر ہوں، یعنی اُن کا نقصان دوسروں تک پہنچے۔ منافقین کے دل میں جو شک یا انکار ہے وہ اگر بس اسی حد تک محدود رہتا تو اسے ایک انفرادی غلطی کا درجہ حاصل ہو سکتا مگر اُسے وہ منافقت کے پردہ میں چھپا کے اور پھر اُس دو رنگی کو نباہنے کے لیے بہت کچھ ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے امنِ عامہ کو خلل پہنچتا ہے جیسے لگائی بجھائی کرنا۔ ادھر آکر انھیں بُرا کہنا اور اُدھر جاکر انھیں بُرا کہنا۔ مومنین کے ساتھ استہزا و تمسخر کرنا اور کافرین کی اُن کے منصوبوں میں ہمت افزائی اور درپردہ امداد کرنا۔ یہ سب باتیں فساد فی الارض کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مگر انھیں احساس نہیں ہے اس لیے کہ وہ اپنی منافقت کی ادا یا حصولِ منفعت کی دھن میں اپنے طرزِ عمل کے نتائج پر غور نہیں کرتے۔

ل۲ اگر بلا کسی تمہید کے اللہ کو مستہزی "تمسخر کرنے والا" کہا جائے تو نامناسب امر ہے، لیکن جس صورت سے یہاں یہ لفظ صرف کی گئی ہے اُس میں اس کا مفہوم ہی خود سمجھ جاتا ہے وہ ہے مکر کرنے والوں کے مکر کو توڑنا اور اُن کے استہزا کا جواب دینا۔ جسے دوسری لفظوں میں مجازاً "استہزا" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ل۳ یہ منافقین کے حال کی تصویر کشی ہے جو کافر ہیں وہ تو مستقل طور پر ایک اندھیرے ہی میں ہیں مگر منافقین۔ انھوں نے پیغمبر کے پاس آکر اظہارِ اسلام کیا۔ اس کی وجہ سے وہ اُس نورِ حقیقت سے قریب آ گئے جو دین و دنیا کی ہدایت کا ذریعہ ہے اور اس طرح گویا ایک آگ انھوں نے سلگائی جس سے فائدہ اٹھانا اُن کے لیے آسان ہے اس آگ کی روشنی گرد و پیش میں پھیل گئی یعنی سیکڑوں طالبانِ حق اُس سے مستفیض ہوئے مگر خود یہ منافقین چونکہ انھوں نے دل میں انکار و عناد چھپا رکھا اور دل سے آیاتِ حقیقت پر غور نہیں کیا لہٰذا ان کی آنکھوں کے سامنے سے وہ جو ایک جھلکی روشنی کی دکھائی نمودار ہوئی تھی وہ بھی بالکل غائب ہو گئی اور توفیقاتِ الٰہی

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ

یا جس طرح بارش آسمان کی جس میں تاریکیاں ہوں اور گرج اور چمک،

يَجْعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِم مِّنَ ٱلصَّوَٰعِقِ

وہ گرنے والی بجلیوں سے مرنے کے ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں

حَذَرَ ٱلْمَوْتِ ۚ وَٱللَّهُ مُحِيطٌۢ بِٱلْكَٰفِرِينَ ﴿١٩﴾ يَكَادُ

دے لیتے ہیں، حالانکہ اللہ کافروں کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے قریب ہے

ٱلْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَٰرَهُمْ ۖ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا۟

کہ بجلی اُن کی نگاہوں کو خیرہ کر دے، جب وہ اُن کے لیے اُجالا کرتی ہے تو وہ اُس

فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۟ ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَذَهَبَ

روشنی میں چلنے لگتے ہیں اور جب اُن پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر خدا چاہتا تو اُن

بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ ع

کے سننے اور دیکھنے کی قوتوں کو ہی زائل کر دیتا، بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَ

اے انسانو! عبادت کرو اپنے اُس پروردگار کی جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور انہیں بھی جو

ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِى

تمہارے پہلے تھے۔ عجب نہیں کہ تم اپنے بچاؤ کا سامان کر سکو، جس نے تمہارے

جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ

لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے

مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا

پانی برسایا تو اُس سے پھلوں کے قبیل سے تمہاری غذا برآمد

لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

کی۔ اب اُس کے بعد جان بوجھ کر اللہ کے ہمسر تو نہ تیار کرو۔

وَإِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا

اور اگر تم اُس کی طرف سے جو ہم نے اپنے بندہ پر اُتارا شک میں مبتلا ہو

---

٥ یہ اسلام اور اُس میں منافقین کے کردار کی کچھ دوسری حیثیتوں سے تمثیل ہے۔ اسلام اور اُس کے برکات ایک موسلا دھار بارش ہیں، جس سے فائدہ اُٹھانے والے فائدہ اُٹھا رہے ہیں مگر مخالفین حق کے لیے اس میں تاریکیاں بھی گرج ہے اور چمک ہے کیونکہ اسلام کے غلبہ و رفعت سے اُن کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہے اور اپنے مستقبل کے لیے اُن کا دل دہلا جاتا ہے اور آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ وہ ان تاثرات سے
٢ ع ١٣
بچنے کے لیے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں مگر یہ اُن کا عمل اُس شتر مرغ کا سا ہے
٢
جو آندھی کے ڈر سے ریگ میں سر چھپا لیتا ہے اس طرح اس عظیم انقلاب کے اثر سے وہ کہاں محفوظ رہ سکتے ہیں۔

٦ منافقین عداوت کی وجہ سے اسلامی فتوحات کو نظر بھر کر دیکھنے کی بھی تاب نہیں رکھتے اور قریب ہے کہ چمک اُن کی نگاہوں کو خیرہ کر دے مگر دنیوی مفاد کے تحفظ کے لیے وہ غیر متعلق بھی نہیں رہنا چاہتے لہٰذا جب یہ فتوحات حاصل ہوتی ہیں تو وہ دو چار قدم بڑھ کر اپنے کو مسلمانوں میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جب اتفاقاً مسلمانوں کو کچھ زحمت و مشقت پیش آ جاتی ہے تو ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن میں حق طلبی تو واقعی ہی نہیں۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ

تو اس قبیل کا ایک سورہ لے آؤ اور جو اللہ کو چھوڑ کے حامی تمہارے ہوں

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ

انہیں بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ اب اگر تم نے

تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا

ایسا نہ کیا اور ہرگز نہیں کرو گے تو پھر بچنے کا سامان کرو اُس آگ سے جس کا ایندھن

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ

آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے مہیا ہے۔ اور مژدہ دو ان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

کو، جو ایمان لائے اور جنھوں نے اچھے کام کیے کہ ان کے لیے بہشت کے گھنے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ

باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جب بھی اُنھیں اُن میں سے کوئی پھل کھانے کو ملے گا تو

قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ

وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے ہمیں کھانے کو مل چکا ہے حالانکہ انھیں وہ ملتا جلتا ہوا دیا

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

گیا ہے اور ان کے لیے ان بہشتوں میں پاک بیویاں ہوں گی اور وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً

بلاشبہ اللہ اس سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی کوئی مثال

فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ

بیان کرے، تو وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ یقیناً

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ

حق ہے اُن کے پروردگار کی طرف سے اور جو لوگ کفر اختیار کیے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ

کہ آخر اللہ کا اس طرح کی مثال سے کیا مطلب ہے! وہ اس سے بہت سوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے

لہ پہلے جو کہا گیا تھا کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں اُس کا یہ مطلب نہ تھا کہ اس میں کوئی شک کرنے والا نہیں بلکہ مقصود اس سے یہ تھا کہ اس کتاب میں ادلۂ حقانیت ایسے نمایاں موجود ہیں جو شک کی گنجائش باقی نہیں رکھتے۔ اب شک ہوگا تو ان دلائل سے بے توجہی کی بنا پر یا شک کا اظہار ہوگا تو بربنائے عناد اُن دلائل سے چشم پوشی کی بنا پر۔ دونوں صورتوں میں اس کے بالمقابل ان خصوصیات کی طرف ذہن کا متوجہ کر دینا کافی ہے جن کا نتیجہ پہلی صورت میں ازالۂ غفلت ہوگا اور دوسری میں اتمامِ حجت۔ اس کے لیے قرآن نے یہ نفسیاتی طریقہ اختیار کیا ہے کہ گرم سے گرم اور تیز سے تیز الفاظ میں انھیں اس کا مثل لانے کی دعوت دی جائے وہ غیور با حمیت اور پرجوش عرب ان طعنوں اور مبارز طلبیوں کو سن کر ضرور اپنی پوری غور و فکر کی طاقتوں کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کریں گے اور وہ اس سے یقیناً قاصر رہیں گے، تو پھر اگر وہ بے ہوش ہیں تو ہوش میں آجائیں گے اور نہیں تو انھیں کچھ انفعال تو محسوس ہی ہوگا اور وہ مخالفت میں زبان کھولنے سے باز رہیں گے

۲ یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ قرآن میں کسی ایک جگہ بھی نعیمِ آخرت کی بشارت صرف ایمان پر مرتب نہیں کی گئی ہے بلکہ ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر ضروری سمجھا گیا ہے۔

وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

اور بہت سوں کی ہدایت کرتا ہے اور گمراہی [1] میں اس سے نہیں ڈالتا مگر بد اعمالوں کو

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

جو اللہ سے کیے ہوئے معاہدہ کو اس کے استحکام کے بعد توڑ دیتے ہیں

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ

اور جس رشتہ کے ملائے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُسے وُہ کاٹ ڈالتے ہیں اور دُنیا

فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٢٧﴾ كَيْفَ

میں خرابی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔ کس طرح

تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ۖ ثُمَّ

تم اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اُسی نے تمھیں جاندار بنایا پھر وُہی

يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٨﴾ هُوَ

تمھیں موت دے گا اور وہی تمھیں پھر زندگی دے گا پھر انجام میں اُسی کی طرف تمھاری رجوع ہوگی وُہ

الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ

وُہ ہے جس نے تمھارے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب پھر آسمان

اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ

کی طرف رُخ کیا تو انھیں سات آسمانوں کی صُورت میں درست کیا اور

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ

وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اس وقت جب تمھارے پروردگار نے

لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ

فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین [2] بنانا چاہتا ہوں

قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ

انھوں نے کہا کہ کیا تو اس میں ایسے کو بنائے گا جو اس میں خرابی پھیلائے اور خون

الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ

خرابا کرے۔ حالانکہ ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیری پاکیزگی کو سراہتے رہتے ہیں۔

---

[1] اللہ کو مقصود کسی کا گمراہ کرنا نہیں ہوتا لیکن چونکہ نتیجہ یہی مترتب ہوتا ہے کہ اس کی ان مثالوں سے کچھ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور کچھ اپنے تعصب و عناد سے مزید گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لیے اُس کی نسبت اللہ کی طرف دی گئی ہے اور پھر اُس کی تشریح بعد میں کی گئی ہے کہ یہ گمراہی انھی لوگوں کے لیے ہے جو پہلے سے راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گمراہی خود ان کی بداعمالی اور سوءِ اختیار کا نتیجہ ہے۔

[2] "جانشین" کے معنی ہیں وہ شخص جو دوسرے کی نیابت میں کوئی کام ایسا انجام دے جس کا اصل ذمہ دار وہ دوسرا تھا اب یہ جانشینی خواہ اصل شخص کی غیبت کی وجہ سے ہو یا انتقال کی وجہ سے اور خواہ اس لیے کہ خود اُس کے لیے اس کام کے انجام دینے میں کچھ موانع پائے جاتے ہیں۔ خالق کی طرف سے جانشین کا مقرر کیا جانا اسی تیسرے سبب سے ہے۔ اصل میں خلائق کی ہدایت و تنظیم تقاضائے "ربوبیت" ہے اس
ع ۳ ۹ ۲
لیے ذمہ دار اس کا وُہ خود ہے مگر وہ جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے اور خلائق جن کی ہدایت کرنا ہے مادیت کے شکنجہ میں اسیر لہٰذا بلا واسطہ فیضِ ہدایت پہنچانا اور پہنچنا عدمِ صلاحیتِ محل کی وجہ سے غیر ممکن ہے۔ اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ وُہ انھی میں سے ایک نفسِ کاملہ کو اپنے فیض کا مرکز بنا کر ہدایت و تنظیمِ ملت کا کام سپرد کرے اور وہ اس ہدایت کے غرض کو جو اصل میں اللہ سے متعلق ہے اُس کی طرف سے انجام دے کر خلقِ خدا پر حجت تمام کرے۔

قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (۳۰) وَعَلَّمَ اٰدَمَ

اُس نے کہا یقین جانو کہ میں جانتا ہوں وہ جو تم نہیں جانتے ہو۔ اور اُس نے آدم کو وہ

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ

تمام نام سکھا دیے پھر اُن لوگوں[لہ] کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا

اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (۳۱)

بتاؤ مجھے اُن کے نام اگر تم سچے ہو۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ

انھوں نے کہا تو ہر بُرائی سے دُور ہے ہمیں سوا اس کے جو تُو نے ہمیں بتا دیا اور زیادہ کچھ علم نہیں

اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ (۳۲) قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ

ہے بیقیناً تو بڑا جاننے والا مناسب ہی کام انجام دینے والا ہے۔ اُس نے ارشاد کیا اے آدم تم انھیں ان

بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ

لوگوں کے نام بتا دو تو جب اُنھوں نے اُن کے نام اُنھیں بتا دیے تو اُس نے فرمایا کہ کیا

اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ

میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان اور زمین کے چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہوں اور

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (۳۳) وَاِذْ

مَیں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ بھی جو تم (دلوں میں) چھپائے ہوئے تھے اور

قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ

جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو اُن سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (۳۴) وَقُلْنَا

نہ کیا اُس نے انکار اور تکبّر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا اور ہم نے کہا

یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا

اے آدم تم اور تمھاری بیوی دونوں جنت میں قیام کرو اور جب تمھارا

رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

جی چاہے اُس میں سے مزے اور بے فکری کے ساتھ غذا حاصل کرو اور اس درخت کے پاس نہ جانا

لہ عرضہم میں ھم ایسی ضمیر ہے جو ذوی العقول کے لیے آتی ہے یہ ضمیر اسماء کی طرف نہیں پھر سکتی۔ اسی لیے ہم نے اس کا ترجمہ "اُن لوگوں" کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ہی انبئونی باسماء ھؤلاء ہے مجھے ان لوگوں کے نام بتاؤ۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مجھے یہ نام بتاؤ۔ اس سے ظاہر ہے کہ الاسماء کلھا میں تمام چیزوں کے نام مراد نہیں بلکہ کچھ صاحبِ عقل شخصیتوں کے نام مراد ہیں یہ شخصیتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کا تعارف اور جن کی پاک سیرت کو ظاہر کرنے سے خود خیال ہی ملائکہ کو عظمتِ بشر محسوس کرانے اور اعلانِ خلافت کے لیے اس کے انتخاب کے متعلق سوال کا صحیح جواب بن جانے کے واسطے کافی ہوں۔ یہ امر پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ جس چیز کی تعلیم کا آدم کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ وہ فقط اسماء ہیں مسمیات یعنی جن کے نام تھے اُس وقت آدم کے سامنے پیش نہیں کیے گئے تھے اور جس چیز کا ملائکہ سے سوال ہوا ہے وہ فقط اسماء نہیں ہیں بلکہ مسمیات پیش کر کے یہ کہا گیا ہے کہ اگر سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ یعنی ان مسمیات کو دیکھ کر اسماء کی تطبیق کرو اور بتاؤ کہ کون کس کا نام ہے۔ یہ حافظہ کا نہیں بلکہ ذہانت کا امتحان تھا جس میں انسان ملائکہ سے افضل ثابت ہوا۔

فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
ورنہ تم حد سے قدم بڑھانے والوں میں سے ہو گے اس کے بعد شیطان نے انھیں وہاں سے
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ
ڈگمگایا تو انھیں جس میں وہ تھے اُس سے نکلوا دیا اور ہم نے کہا کہ اُتر جاؤ، تم میں سے ایک
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ
ایک کا دشمن ہوگا اور تمھیں زمین پر ٹھہرنا اور ایک میعاد تک،
مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
نفع اٹھانے کا موقع ہوگا۔ اس کے بعد آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمے سیکھ
فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا
لیے تو اُس نے اُن کی توبہ قبول کر لی وہ یقیناً بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے ہم نے کہا تم سب
مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
اس سے اُتر جاؤ اس کے بعد اگر میری طرف سے تمھاری طرف کوئی ہدایت پہنچے تو جس نے میری
هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ
ہدایت کی پیروی کی اُن کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ اُنھیں رنج پہنچے گا اور
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
جو کفر اختیار کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے یہ دوزخ والے ہوں
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا
گے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ زندگی گزاریں گے۔ اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت
نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ
یاد کرو جس سے میں نے تمھیں نوازا اور مجھ سے جو معاہدہ ہے اُسے پورا کرو تو میں تم
بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَاۤ
سے معاہدہ پورا کروں اور بس مجھ سے ڈرتے رہو اور اُس پر ایمان لاؤ جو میں
اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ
نے اب نازل کیا ہے تصدیق کرتا ہوا اُس کی جو تمھارے پاس ہے اور اُس کے اوّل نمبر کے

لے ظلم کی جامع تعریف قرآنِ مجید نے یہ کی ہے: ومن یتعد حدود اللہ فاولٰئک هم الظّٰلمون یعنی "اللہ کی مقرر کردہ حدود سے قدم آگے بڑھانے والے ظالم ہیں"۔

اب اس کے بعد حد کو دیکھنا پڑے گا کہ وہ بطور وجوب والزام قرار دی گئی ہے یا بطور ندب واستحباب یا بحیثیت ارشاد۔ اسی لحاظ سے ظلم کا حکم مختلف ہو جائے گا۔ ظلم حد وجوبی سے تجاوز کی صورت میں گناہ ہوگا اور جو کسی دوسری قسم کی حد سے تجاوز ہو وہ زیادہ سے زیادہ ترکِ اولیٰ کا مصداق قرار پا سکتا ہے گناہ نہ ہوگا جو عصمت کے منافی ہو۔

نہی درخت کے قرب سے جو آدم کو ہوئی تھی وہ مولوی نہ تھی بلکہ ارشادی تھی یعنی ارشادی کی حیثیت ایک نصیحت کی سی ہے جس کی مخالفت میں کچھ تھوڑی مضرتیں ہوتی ہیں جنھیں سزا نہیں بلکہ عمل کا صرف نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ بتایا گیا ہے کہ آدم کو جو ممانعت کی گئی تھی، اُس کے نتائج بھی بتا دیے گئے تھے اس طرح کہ ابلیس کی عداوت پر متنبہ کرتے ہوئے

ع ۴ / ۱۰

ارشاد ہوا تھا: لا یخرجنکما من الجنّۃ فتشقٰی اِنّ لک الّا تجوع فیھا ولا تعرٰی وانّک لا تظمؤا فیھا ولا تضحٰی۔ اس میں کہیں یہ نہیں ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو میری ناراضگی کا باعث ہوگا جو مخالفتِ مولیٰ کا اصل نتیجہ ہے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ یہ نہی مولوی نہیں ہے۔ اب جبکہ دوسری جگہ نتائج کی تفصیل موجود ہے، تو زیرِ نظر آیت میں فتکونا من الظّٰلمین کے جملے کو بھی اسی مفہوم کا حامل ماننا پڑے گا۔

كَافِرٍۭ بِهٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّايَ

منکر نہ بنو اور میری آیتوں کو ذرا سی قیمت پر ہاتھ سے نہ دے دو اور نہ پھر

فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا

مجھ سے بچاؤ کی فکر کرو۔ اور حق کو[2] باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو

الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

چھپاؤ حالانکہ تم جانتے بھی ہو۔ اور نماز ادا کرو اور زکوٰۃ دیتے

الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ

رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتے رہو۔ کیا تم لوگوں کو

النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ

نیکی کا حکم تو دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتابِ الٰہی پڑھتے

الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ

رہتے ہو پھر بھی کیا عقل سے کام نہیں لوگے؟ اور سہارا لو صبر اور نماز کا

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

اور یقیناً وہ گراں ہے مگر عظمتِ الٰہی سے متاثر دل رکھنے والوں کے لیے جنھیں خیال ہے

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

کہ انھیں اپنے پروردگار کا سامنا کرنا ہے اور انھیں اُس کی طرف رجوع کرنا ہوگی۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ

اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جس سے میں نے تمھیں نوازا

عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا

اور یہ کہ میں نے تمھیں تمام خلائق سے زیادہ عطا کیا[3] اور اُس

يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـــًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ

دن سے بچنے کا سامان کرو جب نہ کوئی کسی دوسرے کو کچھ فائدہ پہنچا سکے گا اور نہ کسی

مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ

کی سفارش قبول ہوگی اور نہ کسی کا کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ انھیں کوئی

ف۱ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بہت قیمت ملے تو بیچ دو بلکہ واقعہ یہ تھا کہ علمائے اہلِ کتاب ذرا ذرا سے نفع کی خاطر احکامِ الٰہیہ میں تحریف کرتے تھے تو اُن کے عمل کی جو حقیقی صورت تھی اُس کی رکاکت اور پستی دکھانے کے لیے یہ الفاظ صرف کیے گئے ہیں۔ پھر یہ کہ آیاتِ الٰہیہ پر عمل میں جو بلند مفاد وابستہ ہے اُس کے مقابلہ میں جو بڑی سے بڑی قیمت بھی وہ حاصل کریں گے "ثمن قلیل" ہی کا مصداق ہوگی۔

ف۲ نرا کھرا جھوٹ ہو تو اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا وہ جھوٹ جس میں سچائی کا شائبہ بھی ہو۔ سیاست دان مخالف اکثر اسی طرح کا جھوٹ بولتے تھے اور اب بھی ایسا ہی کرتے ہیں مثلاً اہلِ کتاب کبھی کبھی یہ کہتے تھے کہ حضرت محمد مصطفےٰ پیغمبر تو ہیں لیکن اولادِ اسمٰعیل اور قریش کے لیے ہیں۔ ہم سے کیا مطلب۔

ع ۵ اسی کی صدائے بازگشت آج کل بعض تعلیم یافتہ اربابِ قلم کے دہن سے بلند ہوتی ہے۔ ان الفاظ میں کہ محمد صاحب ملک عرب کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے تھے اور سچے رسول تھے یا کچھ نام نہاد مسلمان یہ کہتے ہیں کہ روزہ نماز وغیرہ کے احکام عرب کے حال اور اُس زمانہ کی فضا کے لحاظ سے تھے اب ہم سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ ایسی ہی باتوں پر قرآن مجید نے یہ کہہ کر تنبیہ کی ہے کہ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔

ف۳ قرآن مجید میں متعدد جگہ فضل کی لفظ مال و دولت وغیرہ کی زیادتی کے مفہوم میں آئی ہے اسی لیے فضلتکم علی العلمین کا ترجمہ میں نے کثرتِ عطا سے کیا ہے۔ فضیلتِ مرتبہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

مدد مل سکے گی۔ اور اُس وقت جب ہم نے تمھیں فرعون[۲] والوں سے چھٹکارا دیا،

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

جو تمھیں بُری طرح تکلیفیں پہنچاتے تھے تمھارے لڑکوں کو حلال کر ڈالتے تھے اور تمھاری

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

عورتوں[۳] کو زندہ رکھ لیتے تھے اور اس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے بڑی

عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ

آزمائش تھی۔ اور جب ہم نے تمھارے ذریعہ سے[۴] دریا میں شگاف دے دیا اس طرح تمھیں چھٹکارا

اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى

دے دیا اور فرعون والوں کو ڈبو دیا اس حالت میں کہ تم دیکھ رہے تھے۔ اور جب ہم نے موسیٰ کے لیے

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ

چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور پھر تم نے ان کے بعد گوسالہ تیار کر لیا اور یہ تمھارا بہت

اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

بے محل اقدام تھا۔ پھر اس کے بعد بھی ہم نے تمھیں معاف کر دیا کہ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

شاید اب تم شکرگزاری کرو۔ اور اُس وقت جب ہم نے موسیٰ کو نوشتہ

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

اور تفرقہ و امتیاز کا سامان عطا کیا شاید کہ تم ہدایت حاصل کرو۔ اور اُس وقت جب موسیٰ

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بلاشبہ تم نے گوسالہ بنا کر اپنے ساتھ بڑی

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ

زیادتی کی ہے لہٰذا اپنے خالق سے توبہ کرو اس طرح کہ اپنے آدمیوں کو خود قتل کرو اس میں

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ

تمھارے خالق کے نزدیک تمھاری بہتری ہے تو اس صورت سے اس نے تمھاری توبہ قبول کی بے شک

[۱] یہ اور اُس کے بعد کی تمام نسبتیں موجودہ بنی اسرائیل کی طرف قومی حیثیت سے دی گئی ہیں ورنہ جن پر یہ واقعات گزرے تھے وہ ان سے بہت پہلے تھے۔

[۲] فرعون کسی خاص آدمی کا نام نہیں ہے بلکہ مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے ہیں۔

[۳] اسے مصائب کے ذیل میں درج کرنے سے ظاہر ہے کہ یہ زندہ رکھنا کچھ ایسے مقاصد کے لیے تھا، جن کی بہ نسبت مار ڈالنا زیادہ گوارا ہو سکتا ہے۔

[۴] فرعونی حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے خالق کے حکم سے موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے کہ اپنے آبائی وطن شام و فلسطین کی طرف روانہ ہو جائیں۔ فرعون نے اپنی فوج کو ساتھ لے کر ان کا تعاقب کیا۔ یہ لوگ اتفاق سے شب کو تاریکی میں راستہ بھول کر دریا کے قریب پہنچ گئے تھے پس پشت سے فرعونی لشکر آ گیا۔ اب یہ لوگ پریشان ہوئے مگر وحیِ الٰہی سے موسیٰ نے تمام قوم کو حکم دیا کہ وہ بلا تامل دریا کی طرف قدم بڑھا دیں۔ ان کے بڑھنے کے ساتھ ہی دریا کا پانی بیچ سے پھٹ گیا، اُس کی بڑی بڑی موجیں اِدھر اُدھر دیواروں کی طرح کھڑی ہو گئیں اور موسیٰ تمام بنی اسرائیل کے ساتھ اُس طرف کے ساحل پر پہنچ گئے مگر جب فرعون اپنے لشکر سمیت دریا کے حدود میں پہنچ گیا، تو دونوں طرف سے دریا کی موجیں پلٹ پڑیں اور انھوں نے اس تمام لشکر کو غرق کر دیا۔

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۵۴﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَن

وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ اور وہ وقت جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز

نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

آپ کی بات نہیں مانیں گے جب تک کہ اللہ کو ہم ظاہر بظاہر دیکھ نہ لیں اس پر تمھیں بجلی نے گرفت

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ

میں لے لیا اس حالت میں کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر تمھارے مرنے کے بعد تمھیں ہم نے دوبارہ جلا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ

دیا کہ شاید اب تم شکر گزار ثابت ہو۔ اور ہم نے تم پر ابر کو سایہ فگن کیا

وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ط كُلُوا مِنْ

اور تم پر منّ و سلوےٰ اُتارا کہ کھاؤ ان پاک و حلال

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوٓا أَنْفُسَهُمْ

چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو عطا کی ہیں اور انھوں نے کچھ ہمارا نقصان نہیں کیا بلکہ خود اپنے ہی

يَظْلِمُونَ ﴿۵۷﴾ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ

ساتھ وہ ستم ڈھاتے رہے۔ اور جب ہم نے کہا اس بستی میں داخل ہو اور

فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ

اس میں سے جہاں سے چاہو خوب مزے سے کھاؤ پیو اور دروازہ میں سے سجدہ

سُجَّدًا وَّقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيدُ

کرتے جانا اور کہنا "گناہوں کی توبہ" تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور حُسنِ

الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ

عمل سے کام لینے والوں کو ہم کچھ زیادہ ہی عطا کریں گے مگر اُن ظالموں نے اس قول کے بجائے جو

الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا

انھیں بتایا گیا تھا ایک دوسری بات بدل کر کہہ دی تھی تو ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے ایک بڑا

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۵۹﴾ ع وَإِذِ اسْتَسْقٰى

ع ۱۳ / ۶

عذاب نازل کیا اس لیے کہ وہ برابر نافرمانی کرتے رہتے تھے اور جب موسیٰ نے اپنی

۵۱ توریت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل کیا جانا شریعتِ موسوی میں شرک کی قانونی سزا تھی۔ (ملاحظہ ہو سفرِ استثناء ۱۷: ۵) لہٰذا گوسالہ پرستوں کے لیے یہ حکم کسی خصوصی سزا کی حیثیت نہ رکھتا تھا بلکہ وہ حدِّ شرعی تھی، جو ان پر جاری ہونا ہی چاہیے تھی۔ ہاں اُس کے جاری کرنے کا حکم ان لوگوں کے لیے جو اس جرم سے عملاً الگ رہے تھے مگر خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہنے کے مرتکب تھے، اب ان کی استقامت اطاعت کا ایک امتحان تھا جس کے بعد اُن کی اس چشم پوشی کے گناہ کو معاف کر دیا گیا۔ اسی امتحان کے نقطۂ نظر سے فاقتلوا انفسکم کی یہ تشریح بالکل درست معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کے لیے اپنے اس عزیز کو جو اس جرم کا مرتکب ہوا تھا قتل کرنے کا حکم تھا۔

۵۲ من و سلویٰ کی اصل حقیقت اللہ جانے مگر اہلِ لغت کی تشریح کے مطابق منّ ایک میٹھی چیز تھی، جو درختوں پر شبنم کی طرح گرتی تھی اور سلویٰ ایک طرح کا طائر تھا۔ اُردو میں بعض نے اسے بٹیر کی قسم سے بتایا ہے۔

۵۳ انھوں نے بدل کر کیا کہہ دیا؟ اس بارے میں قرآن تصریح نہیں کرتا۔ روایتیں ہیں مگر سند کے لحاظ سے بے اعتبار تاہم سب سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے حکمِ الٰہی کا استخفاف کرتے ہوئے بطورِ تمسخر لفظ کو بدل دیا مثلاً یہی کہ حطة (توبہ) کی لفظ کے بجائے حنطة (گیہوں) کر دیا ہو۔ یہ ایک لفظ کی بات نہ تھی بلکہ عدولِ حکمی ہونے کے ساتھ اہانتِ حکم بھی تھی۔ پھر آخر میں بتایا گیا ہے کہ یہ اُن کا فعل ایک وقتی شوخی اور شرارت بھی نہ تھا۔ بلکہ وہ تھے ہی ایسے کہ برابر عدول حکمی

مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ

قوم کے لیے پانی کی دُعا مانگی تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا اس چٹان پہ مارو، بس اُس میں سے

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ

بارہ[1] چشمے پھوٹ نکلے۔ اس طرح کہ ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ

مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ

الگ جان لیا کھاؤ اور پیو اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے

لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٦٠ وَاِذْ قُلْتُمْ

اور زمین پر خرابیاں پھیلاتے نہ پھرو۔ اور اُس وقت جب تم نے

يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا

کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے لہٰذا اپنے پروردگار

رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا

سے ہمارے لئے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے وہ چیزیں نکالے جو زمین سے اُگتی ہیں، جیسے

وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ

ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز۔ موسیٰ نے کہا اے کیسی پست

الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا

چیزیں تم بدل کر لینا چاہتے ہو اُس کے بجائے جو بہتر ہے اچھا تو پھر کسی شہر میں

فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَ

جا کر اترو وہاں تمھیں جو مانگتے ہو سب مل جائے گا۔ اور اُن پر ذلت اور محتاجی[2] عائد کر

الْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے یہ اس لیے کہ وہ

كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ

اللہ کی نشانیوں کا برابر انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق

النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا

قتل کر ڈالتے تھے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ برابر

---

[1] عصا مار کر چٹان سے پانی نکالنے کا ذکر توریت میں بھی ہے مگر چشموں کی تعداد کہ وہ بنی اسرائیل کے قبیلوں کی تعداد کے مطابق بارہ تھے اس کا تذکرہ قرآن کے مختصات میں سے ہے جس کی تصدیق آثار کے مشاہدہ سے ہو گئی ہے۔

[2] یہ فیصلہ منقدر ہے جو پوری قوم کے لیے ان کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں سنایا گیا ہے۔ اسی سے مسلمانوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ یہودیوں کو حکومت کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اُس میں تو ذلت اور محتاجی کا ذکر ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سود خوار قوم کتنی ہی دولتمند یا بہ پانہ دیگر ہمسایہ کسی حکومت کی بھی مالک ہو جائے، پھر بھی وہ دناءت نفس اور محتاجی کے احساس سے بلند نہیں ہو سکتی۔

[3] ظاہر ہے کہ انبیاء کا قتل ناحق تو ہو ہی گا مگر یہاں مطلب یہ ہے کہ خود اُن کی نظر میں بھی وہ انبیاء قتل کے مستحق نہ تھے۔

يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا

ظلم و تعدی سے کام لیتے تھے۔ یقیناً جو مسلمان بھی ہوں اور جو پہلے یہودی، عیسائی

وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور صابی تھے، جو کوئی بھی اللہ اور آخرت پر واقعی ایمان رکھتا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا

ہو اور نیک عمل کرے تو اُن کے لیے اُن کے پروردگار کے پاس اُن کا اجر ہے اور

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا

اُن کے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنج میں مبتلا ہوں گے۔ اور جب ۵۲ ہم نے

مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ

تم سے عہد لیا اور ہم نے تمہارے اُوپر کوہ طور کو بلند کیا کہ جو ہم نے تمہیں

اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾

دیا ہے اسے مضبوطی سے ہاتھوں میں لو اور جو کچھ اس میں ہے اُسے یاد رکھو شاید اس طرح تم

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

بچ سکو۔ پھر تم اس کے بعد ہٹ گئے۔ اب اگر اللہ کا خاص فضل و

وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

کرم تم پر نہ ہوتا اور اُس کی رحمت تو تم سخت گھاٹا اُٹھانے والوں میں سے ہوتے اور تمہیں معلوم

الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ

ہیں وہ جنھوں نے تم میں سے سبت ۵۳ کے بارے میں تعدی سے کام لیا تھا تو ہمارا اُن

كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا

کے لیے حکم ہوا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔ تو ہم نے اُسے ذریعۂ عبرت بنا دیا اس

بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

زمانہ اور اُس کے بعد کے لیے اور نصیحت بنا دیا فکرِ نجات رکھنے والوں کے لیے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا

اور جب موسٰی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے

ع ۷

۵۱ زمانۂ رسولؐ میں اسلام لانے والے کئی قسم کے تھے۔ ایک وہ جو پہلے کسی دوسرے دین کو اختیار کیے ہوئے نہ تھے خواہ شرک کی زندگی بسر کر رہے ہوں یا مذہباً مسلم ہوں۔ دوسرے وہ جو پہلے کسی دین کو اختیار کیے ہوئے تھے اسلام کے علاوہ جیسے یہودیت، نصرانیت، صابئیت وغیرہ۔ ان سب کے لیے قرآن بتانا چاہتا ہے کہ معیارِ نجات ایک ہی ہے یعنی اُن کی سابقہ زندگی سے بحث نہیں کہ وہ کیا تھی۔ حال کے لیے سب کے واسطے نجات کی شرط یکساں ہے اور وہ یہ کہ اب اسلامی تعلیمات کے مطابق مبدأ اور معاد کو مانیں اور صحیح طریقہ پر اعمالِ حسنہ کے پابند ہوں۔ ظاہر ہے کہ تعلیماتِ اسلامی کے مطابق اعتقاد و اعمال کے درست کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے محمد مصطفےٰ صلعم کی رہنمائی کو قبول کر لیا۔ اس لیے ایمان بالرسالۃ کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ اب اس کے بعد آخرت میں اُن کو نجات کا ملنا بحیثیتِ رتبۂ ایمان و عمل یکساں طور پر استحقاق حاصل ہے۔

۵۲ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب الواحِ توریت نازل ہوئی ہیں۔ کوہ طور اُن پر کیونکر بلند کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل قرآن مجید میں تو ہے نہیں۔ اسرائیلیات کچھ بتاتے ہیں مگر وہ معتبر نہیں۔ بہرحال قرآن کے اندازِ بیان سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی مظاہرۂ قدرت تھا۔ اس عملی تہدید کے ساتھ اُن سے کہا گیا کہ اس کتاب کے ساتھ تمسک کرو۔

۵۳ سبت شریعتِ یہود میں ایک خاص دن تھا جو عبادت و ذکرِ الٰہی کے لیے مخصوص تھا اور اُس کے خاص احکام تھے۔ کسی خاص جگہ کے لوگ جس کا نام قرآن نے نہیں لیا ہے۔ ان احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ اس کی سزا میں ان پر یہ عذاب نازل ہوا کہ وہ بندروں کی صورت میں مسخ ہو گئے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اُن کے اخلاق بندروں کے سے کر دیے گئے مگر یہ ظاہر الفاظِ قرآن کے خلاف ہے۔

بَقَرَةً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ
ذبح کرو[1]۔ انھوں نے کہا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ کہا پناہ بخدا کہ میں
اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ
جاہلوں میں سے ہوں۔ انھوں نے کہا ہماری طرف سے اپنے پروردگار سے التجا کیجیے
لَّنَا مَا هِيَ ط قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ
وہ ہمارے لیے ظاہر کردے کہ وہ کیسی ہے[2]؟ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسی ہے جو نہ بوڑھی ہے
وَّلَا بِكْرٌ ط عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ط فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾
نہ بن بیاہی، دونوں عمروں کے بیچ میں ایسی ہے جس کے بچے ہو رہے ہیں بس اب جو حکم ہو رہا ہے اسے انجام
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ط قَالَ اِنَّهٗ
دو۔ انھوں نے کہا ہماری طرف سے اپنے پروردگار سے عرض کیجیے وہ ہمیں بتا دے کہ اس کا رنگ کیا ہے؟
يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾
کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے چوکھے زرد رنگ کی جو دیکھنے والوں کو فرحناک بناتی ہے۔
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ
انھوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے ہماری طرف سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمارے لیے مزید توضیح کرے اس لیے
عَلَيْنَا ط وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ
کہ گائیں ہمیں ملتی جلتی نظر آتی ہیں اور اللہ نے چاہا تو ہم صحیح راستہ پا جائیں گے۔ کہا وہ فرماتا ہے
يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي
کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جو نہ محنت کرنے والی ہے کہ زمین کو جوتتی ہو اور نہ وہ کھیتی کو پانی
الْحَرْثَ ج مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ط قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ
دیتی ہے۔ وہ بے عیب ہے ایسی کہ اس میں کوئی داغ دھبا نہیں ہے انھوں نے کہا اب آپ نے ٹھیک
بِالْحَقِّ ط فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ
ٹھیک پتہ دیا۔ اب جا کر انھوں نے اسے ذبح کیا تو معلوم تو ایسا ہوتا تھا کہ وہ یہ کریں گے نہیں اور جبکہ تم نے
نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ط وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾
ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا۔ پھر تم اس کے بارے میں جھگڑتے تھے اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس کا جسے تم چھپاتے تھے

ل۱ اس واقعہ کی تفصیل اہل بیت طاہرین سے دو معتبر روایتوں میں وارد ہوئی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک نہایت نیک آدمی کو اس کے ایک ناہنجار عزیز نے قتل کر دیا اور خود آ کر اس کے خون کا دعوے کیا۔ اسی کے قاتل کا پتہ چلانے کے سلسلہ میں یہ گائے کے ذبح کرنے کا حکم ہوا (طبرسی) یہ گائے بنی اسرائیل میں سے ایک جوان صالح کی تھی، جس کا اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک اللہ کو پسند آیا اور اس کے فقر و فاقہ کو دور کرنا منظور ہوا۔ اس لیے قاتل کا پتہ لگانے کے لیے صفات کے ذریعہ سے اس گائے میں انحصار کر دیا تاکہ یہ لوگ منھ مانگی قیمت پر خرید کر لیں اور وہی اس جوان کی فارغ البالی کا ذریعہ ہو (صافی)

ل۲ پہلے حکم کے الفاظ مطلق تھے کہ ایک گائے ذبح کر دو۔ اگر بنی اسرائیل ان الفاظ کے اطلاق پر عمل کر کے کوئی گائے لے آتے اور ذبح کر ڈالتے تو اصولاً حکم کی تعمیل میں کسی کمی کا الزام نہیں آ سکتا تھا مگر انھیں پہلے تو یہ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ قاتل کی سراغرسانی کے لیے واقعی گائے ذبح کی جائے۔ وہ اسے مذاق قرار دے رہے تھے اب جب نبی کی تصریح کے بعد انھیں یقین آیا کہ واقعی یہ حکم ہے تو ان کے ذہن میں یہ آیا کہ بہرحال یہ کوئی عام گائے نہیں ہو سکتی۔ ضرور کوئی خاص گائے ہو گی جس میں یہ خاصیت ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے اس کے اوصاف پوچھے۔ اب جب ان کی ذہنیت اس مشکل پسندی کی طرف مائل ہو گئی جو ان کے رجحان طبعی کا تقاضا تھی اور علم الٰہی میں وہ پہلے سے تھی تو خالق نے کشاں کشاں ان کو اسی متعین گائے تک پہنچا دیا جس کے ذریعہ سے اس ایک جوان صالح کی اقتصادی حالت کو درست کرنا تھا

ع ۸ ۱۰ ۸

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى
تو ہم نے کہا کہ اسی گائے کا ٹکڑا اس پر مارو۔ اس طرح اللہ مُردوں کو جِلاتا ہے اور
وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۷۳) ثُمَّ قَسَتْ
تمھیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے شاید اب بھی تم میں عقل آئے۔ پھر اس کے بعد بھی
قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ
تمہارے دل سخت ہی رہے چنانچہ وہ پتھر کے مثل یا اور بھی زیادہ
قَسْوَةً ۚ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۚ
سخت ہیں اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں
وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ۚ وَاِنَّ
اور بعض اُن میں ایسے ہوتے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو اُن میں سے پانی نکلتا ہے اور ان
مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو جلالِ الٰہی کے اثر سے نیچے آپڑتے ہیں اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو
تَعْمَلُوْنَ (۷۴) اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ
تو اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے۔ کیا تمھیں اس کی توقع ہے کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے
كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ
حالانکہ ان میں ایسے لوگ رہے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں اور پھر اُسے سمجھنے کے بعد
مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۷۵) وَاِذَا
جان بوجھ کر اُس میں تحریف کر دیتے ہیں اور جب وہ
لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ
اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مومن ہیں، اور جب آپس میں تخلیہ
اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
ہوتا ہے، تو کہتے ہیں کہ جو تمھیں معلومات اللہ نے دیے ہیں وہ تم انھیں کیوں بتا
لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۷۶) اَوَلَا
دیتے ہو کہ جس سے وہ خود تمہارے خلاف پیشِ پروردگار حجت قائم کریں۔ آخر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے ہو کیا انھیں

۱ے اس آیت کے ذریعے اس گائے کے ذبح کرنے کا سبب اور اس کا نتیجہ سب ظاہر ہوگیا۔ توریت میں ایک جگہ قاتل کا سراغ نہ ملنے کے موقع پر گائے کے ذبح کرنے کا ذکر ہے مگر اس میں ذبح کا کوئی حاصل معلوم نہیں ہوتا۔ اسلامی روایت یہ ہے کہ گائے کا ٹکڑا مقتول پر مارنے کے بعد وہ زندہ ہوگیا۔ اور اُس نے خود اپنے قاتل کا پتہ دے دیا۔ آیت قرآنی میں آخری ٹکڑا کہ اس طرح اللہ مُردوں کو جلاتا ہے اس روایت کے مناسب ہے۔ آیت کا لفظ قرآنِ مجید میں معجزہ یا غیر معمولی مظاہرۂ قدرت کے لیے آتا ہے۔ یُرِیکُم آیَاتِہٖ سے ظاہر ہے کہ گائے کا ٹکڑا اس پر مارنے کے بعد کوئی غیر معمولی کرشمۂ قدرت نمودار ہوا اور مخرج ما کنتم تکتمون سے ظاہر ہے کہ اس کرشمہ کے ذریعہ سے قاتل کی تعیین ہوگئی۔ یہ صورت بالکل اُس روایت پر منطبق ہوتی ہے

۲ے پتھروں کے جن کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے وہ ان لوگوں کے دلوں کے زیادہ سخت ہونے کا ایک ادبی انداز میں ثبوت ہے یعنی پتھروں میں تو پھر بھی کچھ اثر پذیری آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے مگر یہ تمہارا دل ہے کہ کبھی متاثر نہیں ہوتا۔ پھر بنی اسرائیل تو پتھروں کے متاثر ہونے کے غیر معمولی مظاہرات بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔

يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾

یہ نہیں معلوم ہے کہ جو یہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کریں اللہ کو اُس سب کا علم ہے۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَ

اور اُن میں کچھ ایسے ۱ اَن پڑھ لوگ ہیں جو سوائے بلند بالا توقعات کے اپنی کتاب کا کچھ علم بھی نہیں رکھتے

إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ

اور وہ بس خام خیالیوں میں مبتلا ہیں۔ وائے بحال ہے ان لوگوں کے جو اپنے ہاتھوں سے

الْكِتٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ق ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ

جعلی نوشتہ لکھ کر تیار کرتے ہیں۔ پھر فقط تھوڑا سا مفاد حاصل کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں

اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے وائے بحال اُن کے اُس کی وجہ سے جو

كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾

وہ لکھتے ہیں اور وائے بحال اُن کے اُس کی وجہ سے جو وہ کمائی کرتے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ط

اور اُن کا قول ہے کہ ہمیں دوزخ کی آگ تو چھو بھی نہیں سکتی سوائے چند گنتی کے ۲ دنوں کے

قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ

کہو کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد نامہ کرالیا ہے کہ اللہ اپنے عہد نامہ کے خلاف

عَهْدَهٗ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾

کبھی نہ کرے گا یا تم بے جانے بوجھے خود ہی اللہ پر ایک بات عائد کر رہے ہو۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيٓئَتُهٗ

کیوں نہیں، جو بھی برے کام کرے گا اور اس کے قصور اس پر حاوی ہو جائیں گے تو

فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٨١﴾

یہی لوگ دوزخ والے ہوں گے کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ

اور جو ۳ ایمان لائیں اور اچھے اعمال کریں تو یہ لوگ بہشت

النصف

۱ یہ اُن عوام کا ذکر ہے جو مذہب کی حقیقت بس اتنی جانتے ہیں کہ ہم اس کی وجہ سے آخرت میں بلند سے بلند درجے کے مستحق ہیں۔ بلکہ خود اُس مذہب کی جس سے نجات کے متمنی ہیں الف ب بھی نہیں جانتے۔ ایسے عوام آج مسلمانوں میں بھی ہیں اور وہ بھی اپنی خام خیالیوں پر کوئی قابلِ تعریف حیثیت نہیں رکھتے۔

۲ یہودی اس کے قائل تھے کہ ہمیں اُتنے دن کہ جن میں موسیٰ کی غیبت کے موقع پر گوسالہ کی پرستش ہوئی تھی اور وہ چالیس دن ہوتے ہیں، آتشِ دوزخ کی سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد پھر چاہے کتنا ہی بداعمال یہودی ہو وہ دوزخ میں نہیں رہ سکتا۔ اسی کی رد کی گئی ہے کہ یہ تم نے اللہ کے یہاں کے معاملات میں اپنے دل سے کیونکر فیصلہ کر لیا ہے اور اللہ اس کا پابند کس بنا پر سمجھا جا سکتا ہے۔

۳ جس طرح وہ وعید اپنے عقائد و اعمال سے وابستہ ہے جو اس کے قبل کی آیت میں ہے اسی طرح یہ وعدہ بھی حسنِ اعتقاد اور حسنِ عمل دونوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر یہ دونوں باتیں حاصل نہیں تو پھر حتمی وعدہ نہیں ہے۔ ہاں تفضل و احسان و کرم خسروانہ سے مغفرت ہو جائے تو اُس پر پابندی عائد کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ع ٨٢ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ ع ٩ ١١ ٩

والے ہیں کہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ

عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور حسنِ سلوک سے پیش

اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ

آنا اپنے ماں باپ، عزیز اقارب، یتیموں اور محتاجوں سے اور لوگوں

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط

کے ساتھ حسنِ گفتار سے کام لینا اور نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا،

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٨٣

پھر تم سب پلٹ گئے بجز تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے اور تم نے روگردانی اختیار کی

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور اپنے

لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ

آدمیوں کو گھر سے بے گھر نہ کرنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ٨٤ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ

جس کے گواہ تم خود ہو۔ پھر تم اب یہ ہو رہے ہو کہ آپس میں خونریزی

اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ

بھی کرتے ہو اور اپنوں میں سے کسی گروہ کو گھر سے بے گھر بھی کر دیتے ہو

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ

اور ان کے خلاف گناہ و ظلم کے ساتھ متفقہ سازش بھی کرتے ہو اور اگر وہ قید ہو

اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط

جائیں تو فدیہ ان کا تم ہی دیتے ہو حالانکہ ان کا گھروں سے نکالنا ہی تمہارے لیے ممنوع ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج

تو کیا تم کتاب کے کسی جزو کو تو مانتے ہو اور کسی جزو سے انکار کرتے ہو۔

ف ١ یہ عہد و پیمان ضروری نہیں کہ کسی مخصوص مظاہرہ کی شکل میں ہو جبکہ انبیاؑ و مرسلین پایمان لے ہی میں یہ عہد مضمر ہے کہ ہم ان کے تعلیمات پر عمل کریں گے۔ پھر جب ان انبیاؑ کے تعلیمات میں ان باتوں کا عہد موجود ہے تو اسی کو کہا گیا ہے کہ اللہ نے اس کا عہد لیا۔ اس لفظ کی اہمیت اس سے بڑھ جاتی ہے کہ خود اہلِ کتاب کی اصطلاح میں آج تک بائبل کو عہد نامہ ہی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ توریت اور اس کے ملحقات کو عہدِ قدیم کہتے ہیں اور انجیل اور اس کے ملحقات کو عہدِ جدید۔ اکثر پیمان جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے توریت میں اب بھی موجود ہیں۔

ف ٢ یہ فقرہ کہ اگر وہ قید ہو جائیں تو فدیہ ان کا تم ہی دیتے ہو۔ ان کے عمل کا تضاد دکھانے کے لیے ہے یعنی یوں تو تمہیں اتحادِ قومی کا اتنا احساس ہے کہ اگر کسی غیر قوم کے ہاتھ میں کبھی تمہارے اس دوسرے قبیلے کا آدمی گرفتار ہو جائے تو جس طرح بھی ممکن ہو تم اس کا معاوضہ دے کر اسے چھڑا لینا چاہتے ہو مگر بلاوجہ جنگ کے ہنگام میں خود ہی ان کو قتل کرتے ہو یا گھروں سے نکال کر بے وطن بناتے ہو۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى

پھر کیا سزا ہے اُس کی جو تم میں سے ایسا کرے سوا دنیا کی زندگی میں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

رسوائی کے اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب میں مبتلا

الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ

کیے جائیں گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا

جنھوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے عوض میں مول لیا ہے لہٰذا نہ

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع

ان پر عذاب میں کوئی کمی ہوگی اور نہ انھیں کوئی مدد مل سکے گی۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اُن کے بعد لگاتار پیغمبروں کا

بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ

سلسلہ قائم رکھا اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے نمایاں معجزے[1] عطا کیے اور

اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

روح القدس سے اُن کو تقویت پہنچائی، تو کیا جب بھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ان

بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ

باتوں کو لے کر آئے جنھیں تمہارے نفوس پسند نہیں کرتے تو تم اکڑ ہی کر رہے بعض کو

وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ

جھٹلا دیے گئے اور بعض کو قتل ہی کر دیے گئے؟ اور کہتے ہیں وہ کہ ہمارے دلوں پر قدرتی غلاف چڑھے ہوئے ہیں

لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُن کے کفر کی وجہ سے انھیں اللہ نے رحمت سے دور کر دیا ہے اب وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں[2]

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ

اور جب اُن کے پاس اللہ کی طرف کی وہ کتاب آئی جو اُن کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے

ع ١٠

[1] بینات کے لغوی معنی تو کھلے ہوئے دلائل یا واضح نشانیوں کے ہیں مگر اصطلاحِ قرآنی میں خوارقِ عادات یعنی غیر معمولی مظاہرات قدرت کو جو رسولوں کے دعویٰ نبوت کی تصدیق میں نمودار ہوا کیے ہیں، آیات اور بینات کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

[2] یہ کمی ایمان لانے والوں کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہے یعنی زیادہ افراد ان میں کے کفر پر قائم رہیں گے اور باعتبار قلت صلاحیت کے بھی ہو سکتی ہے یعنی ایمان لانے کا ان کے بہت کم امکان ہے۔ بہرحال اس سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ کفر کے بعد بھی جو اثر مترتب ہوا ہے وہ کچھ اضطراری نہیں ہے ورنہ اس کے خلاف ہونا کم افراد ہی پاکر ... تک بھی ممکن ہوتا۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

اور باوجودیکہ اس کے پہلے یہ لوگ خود کافروں کے سامنے اس کتاب کے ذریعہ سے فتح و

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

ظفر کا اعلان کرتے تھے۔ اب جیسے وہ پہلے سے جانتے تھے جب ان کے پاس آئی تو یہ خود اس کے منکر ہوگئے۔

الْكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا

اللہ کی لعنت ہے[1] ہو کافروں پر انھوں نے اپنے نفوس کے بچانے کا کیا بُرا سامان کیا ہے کہ وہ انکار کرتے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى

ہیں اُس کا جسے اللہ نے نازل کیا ہے صرف اس بات کی ضد میں کہ کیوں اللہ اپنے فضل و کرم

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ

کی اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بارش کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے دُہرے غضب کے مستحق ہیں

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ

اور کافروں کے لیے ذلت دینے والا عذاب ہے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا

لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ

ہے کہ اس پر جو اللہ نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ جو ہم پر نازل ہوا

اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ

ہے اُس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے علاوہ ہے اس کے یہ منکر ہیں حالانکہ وہ حق ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ

اور اُن کے پاس والی کتاب کا تصدیق کرنے والا ہے کہو کہ اچھا اگر تم ایمان رکھتے تھے تو اس

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ

کے پہلے انبیاء کو کیوں قتل کر ڈالتے تھے۔ اور موسیٰ تمھاری جانب

مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

کھلے ہوئے معجزے لے کر آئے پھر تم نے اس کے بعد بھی حد سے قدم آگے بڑھاتے

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

ہوئے گوسالہ پرستی اختیار کی۔ اور جب ہم نے تم سے عہد لیا

[1] اہلِ کتاب کے مقابلہ میں جو کافروں کا ذکر ہے اس سے مراد مشرکین ہیں اس لیے کہ وہ موسیٰ اور عیسیٰ کی نبوت کے بھی قائل نہ تھے تو اسلام کے آنے سے پہلے اُن کے مقابلہ میں اہلِ کتاب مومن کی حیثیت رکھتے تھے اور وہ کافر کی۔ یہ اہلِ کتاب اُن کافروں کے سامنے جب بات پڑتی تھی تو کہتے تھے کہ ابھی تم جو چاہے ہمارے ساتھ بدسلوکی کر لو۔ دیکھنا جب محمد مصطفیٰ مبعوث ہوں گے تو پھر بدتر ہی ہم تم ہوں گے۔ تمھارا یہاں پتہ بھی نہ ہوگا مگر جب حضرت کی بعثت ہوئی تو وہ کافر یعنی باشندگانِ مدینہ اوس و خزرج تو ایمان لائے اور یہ مومن آپ کی رسالت کے منکر ہو کر کافر بن گئے۔

[2] قرآنِ مجید میں کافروں، ظالموں اور کاذبوں پر لعنت بہت جگہ وارد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مستحقِ لعنت پر لعنت دُشنام نہیں ہے جو خلافِ تہذیب و شائستگی ہو بلکہ وہ کسی کے اعمال سے بیزاری کے اظہار کا ایک مستحسن عنوان ہے۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور تمہارے اُوپر کوہِ طور کو بلند کیا، کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے

وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِيْ

پکڑو اور بات کی سماعت کرو، انھوں نے کہا کہ سُن تو ہم نے لیا مگر ماننے پر تیار نہیں ہیں اور ان

قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ

کے کفر کے سبب سے ان کے دلوں میں گوسالہ کی محبت سرایت کر گئی۔ کہو کہ اگر تم ایمان والے ہو، تو

اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ

تمہارا ایمان کیسے بُرے تقاضے تم سے کرتا ہے کہو کہ اگر عالمِ آخرت

الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

پیشِ خدا صرف تمہارے ہی ہے تمام دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر، تو اگر تم

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ

سچے ہو تو تمہیں موت کا مشتاق و آرزو مند ہونا چاہیے اور وہ اس کے آرزو مند کبھی نہیں ہو سکتے

اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

اُن گناہوں کی وجہ سے جو وہ اپنے ہاتھوں سے کر چکے ہیں، اور خدا اپنے حدود سے تجاوز کرنے والوں کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ

خوب جانتا ہے اور ایک خاص طرح کی زندگی کی لالچ اُن میں سب سے۔ یہاں تک کہ مشرکین

الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ

سے بھی زیادہ پاؤ گے اُن میں کا ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش اُسے ہزار برس کی عمر

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ

ملتی، حالانکہ اس عمر کا ملنا بھی اُسے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور جو کچھ وہ

بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ

کرتے ہیں اُسے اللہ خوب دیکھتا ہے کہہ دیجیے کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا

تو انھوں نے اُس کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اُتارا ہے تصدیق کرتا ہوا اُس کی

ف۱ یہود نسلی طور پر اپنے کو نجات کا حقدار سمجھتے تھے۔ یہ اُن کا عقیدہ مختلف الفاظ میں قرآنِ مجید میں نقل کیا گیا ہے اور ہر جگہ میں ایک خاص طرز میں اُس کو رد کیا ہے۔ یہاں اُن کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اگر تم بلا ایمان و عملِ صالح صرف اسرائیلی قوم اور یہودی مذہب میں پیدا ہونے کی وجہ سے یقینِ نجات رکھتے ہو، تو پھر موت سے خائف کیوں ہوتے ہو، جب چاہئیں کہ جب موت کے مشتاق اور آرزو مند ہو۔ اب اگر مسلمانوں میں سے کوئی فرد یا جماعت کسی وقت یہ سمجھنے لگے کہ ہم بلا لحاظِ صفاتِ شخصی صرف جماعتی انتساب کی وجہ سے نجات کے حقدار ہو جائیں گے تو یہی مطالبہ جو قومِ یہود کے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کے سامنے بھی پیش کیا جانا درست ہوگا۔

ف۲ الفاظِ آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام جس طرح شروع ہوا تھا اُس طرح ختم نہیں ہوا۔ جس طرح بات شروع کی گئی تھی۔ ان الفاظ سے کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ اب مخاطب آخر تک مشرکین ہوتے اور متکلم رسول اللہ ہوتے مگر انداز کہہ کے جیسے متکلم نے اس جملہ کو نامکمل چھوڑ دیا اور وہ اس کی نامعقولیت پر الگ سے رسولؐ کو مخاطب کر کے یہ تبصرہ کرنے لگا۔ اس کا تتمہ پھر نئے سرے سے کلام شروع کر کے اس کے بعد والی آیت میں لایا گیا ہے۔ ع ۱۰ ۱۱ ایسے مواقع پر مفسرین ترکیبِ نحوی بنانے میں دقتیں محسوس کیا کرتے ہیں لیکن یہ انداز ادباء کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی جان ہوتے ہیں اور وہ ہر زبان میں متعارف ہیں۔

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾

جو اُس کے پہلے سے تھا اور ہدایت اور خوشخبری ایمان لانے والوں کے لیے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ

جو دشمن ہو اللہ کا یا اُس کے فرشتوں کا یا اُس کے پیغمبروں کا یا

جِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾

جبریل یا میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ایسے کافروں کا۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا

اور حقیقت امر یہ ہے کہ ہم نے تم پر بہت صاف اور واضح آیتیں اُتاری ہیں اور ان کا انکار

الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ

بداعمال لوگوں کے سوا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ اور کیا یہ جب بھی کوئی عہد کریں گے تو ایک جماعت اُن میں کی

مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ

اسے پس پشت ضرور ڈال دے گی۔ بلکہ زیادہ ایسے ہی ہوں گے جو ایمان نہ لائیں۔ اور جب اُن کے پاس اللہ

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ

کی طرف سے وہ پیغمبر آیا جو اُن کے پاس والی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے تو اُن اہل

فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ

کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو اپنے

ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا

پس پشت ڈال دیا جیسے کہ وہ اُسے جانتے ہی نہ تھے۔ اور اُن لوگوں نے پیروی

تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ

کی اُس کی جو شیاطین سلیمان کی سلطنت میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور سلیمان نے

سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

کفر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہی شیطانوں نے کفر پھیلایا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو

النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَي الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

سکھاتے تھے، اور (پیروی کی) اُس کی جو بابل میں ہاروت اور ماروت

۱؎ اس آیت میں یہود کی ایک اور بے راہ روی کا ذکر ہے اور وہ یہ کہ بجائے آسمانی کتاب اور حقائق مذہب کی واقفیت حاصل کرنے کے وہ جادو ٹونے میں پڑ گئے ہیں اور اسے اپنا کمال سمجھنے لگے ہیں۔ سحر کی اشاعت کی ابتدا دو وجہوں سے بتائی گئی ہے جن میں ایک از اصل غلط تھا اور ایک بنیادی طور پر صحیح تھا مگر عمل میں پر غلط طریقہ سے کیا گیا۔ پہلا ذریعہ شیاطین۔ جس کی تفصیل جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ چونکہ جناب سلیمان کو خالق کی جانب سے اصناف مخلوقات پر غیر معمولی اقتدار عطا فرمایا گیا تھا۔ شیاطین نے اُن کے بعد گمراہی خلائق کا یہ سامان کیا کہ جادو کے قواعد واصول لکھ کر اُن پر یہ مُہر بھی قائم کر دی کہ یہ وہ علمی ذخیرہ ہے جو آصف بن برخیا نے سلیمان بن داؤد کے لیے فراہم کیا تھا۔ اس کتاب کو انھوں نے تخت سلیمان کے نیچے دفن کر دیا۔ وفات سلیمان کے بعد لوگوں کو وہ کتاب ملی اور بہت سے لوگوں کے لیے سبب کفر ہو گیا۔ وہ کہنے لگے کہ بس معلوم ہو گیا کہ سلیمان جو غیر معمولی قدرت اور سلطنت کے مالک تھے وہ منجانب اللہ نہ تھی بلکہ اسی سحر کا نتیجہ تھی۔ چونکہ اس نوشتہ کی ذمہ داری جناب سلیمان پر عائد کی جا رہی تھی۔ اسی لیے آیت میں یہ دفع دخل ضروری سمجھا گیا ہے کہ سلیمان نے یہ کفر نہیں کیا تھا بلکہ شیاطین نے کیا تھا۔ بیان کفر سے مراد سحر اور اس کا اعتقاد ہی معلوم ہوتا ہے۔

هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ

دو فرشتوں پر اُتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو اس وقت تک کچھ نہیں بتاتے تھے

يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ

جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم بس ایک ذریعۂ آزمائش ہیں تو تم کہیں کافر نہ ہو جانا مگر وہ لوگ اُن سے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُمْ

وہ سیکھتے تھے جس سے کہ مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالانکہ وہ اس سے

بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ

کسی کو بھی بغیر مشیتِ الٰہی کے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور وہ ایسی باتیں

مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ

سیکھتے تھے جو اُن کے لیے مضر ہیں اور مفید نہیں ہیں اور وہ خوب جانتے تھے کہ جو ان چیزوں کو اختیار

مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ

کرے گا۔ اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور کس قدر بُری قیمت پر اُنھوں نے اپنے نفسوں

أَنْفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا ع ۱۲ / ۷

کا سودا کیا۔ کاش وہ اس سے باخبر ہوں اور اگر وہ ایمان لاتے

وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ ۖ لَوْ كَانُوا

اور اپنے بچاؤ کا سامان کرتے تو اللہ کی طرف کا ذرا سا بھی ثواب جو انھیں ملتا وہ کہیں بہتر تھا۔

يَعْلَمُونَ ﴿١٠٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا

کاش وہ اسے جانتے اے ایمان لانے والو "راعنا" [۲] نہ کہا کرو

وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ

"انظرنا" کہا کرو اور بات کو سنا کرو اور کافروں کے لیے تو دردناک

أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَ

عذاب ہے جو کافر ہیں اہلِ کتاب میں ہوں یا مشرکین میں

لَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ

وہ یہ نہیں پسند کرتے کہ تمھارے لیے تمھارے پروردگار کی طرف سے

---

[۱] دوسرا ذریعہ سحر کی اشاعت کا بتایا گیا ہے۔ دو فرشتوں کو جن کا نام ہاروت و ماروت تھا۔ اس اشاعت کا مرکز بابل تھا جسے اب جغرافیا میں عراق کہا جاتا ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ یہودیوں دونوں جگہ کا سحر رائج ہے فلسطین کا بھی اور بابل کا بھی۔ دوسرے سحر کے ذکر میں اُس نے دونوں فرشتوں کی شانِ عصمت کا تحفظ کیا ہے چونکہ ان کے متعلق اسرائیلیات میں ایک حکایت مشہور تھی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ان دونوں فرشتوں کو انسانی جذبات دے کر بھیجا گیا تھا۔ جس کے بعد عراق کی ایک فاحشہ عورت زہرہ سے اُن کا تعلق ہو گیا اور اب وہ اسی فاحشہ کے ساتھ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہیں۔ قرآن نے ان فرشتوں کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی بے گناہی کا ثبوت دے کر ذہنِ انسانی کو ان کی نسبت عائد کردہ دوسرے الزامات سے بھی بری سمجھنے کی طرف مائل کیا ہے۔ قابلِ قبول حدیث جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہے یہ ہے کہ یہ فرشتے انسانوں کی صورت میں خالق کی طرف سے اس لیے بھیجے گئے تھے کہ وہ لوگوں کو ساحروں کے سحر کے مقابلہ میں مستحکم بنائیں اور جس کو وہ یہ تدابیر سکھاتے تھے اسے متنبہ کر دیتے تھے کہ دیکھو ہمارے ذریعہ سے تم ایک عرضِ امتحان میں ہو اور وہ یہ کہ اس کو بس دفعیۂ سحر میں صرف کرنا خود ساحر نہ بن جانا مگر لوگوں نے ان کی اس تنبیہہ سے صحیح اثر نہ لیا اور نتیجہ یہ کہ خود ساحر بن گئے۔

[۲] عربی زبان کے لحاظ سے اس لفظ کے استعمال میں کوئی حرج نہ تھا مگر عبرانی میں یہ لفظ دشنام کے معنی پیدا کرتی ہے۔ یہودی اس لفظ کو اسی نیت سے استعمال کرتے تھے لہٰذا اس سے منع کر دیا گیا۔

رَبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

کوئی بھلائی کی صورت ہو حالانکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے اور

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا

اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے ۔ جس آیت کو ہم منسوخ کرتے ہیں یا وہ بھلا دی جاتی

نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي

ہے تو ہم اس سے بہتر یا اس کے مثل دوسری نازل کر دیتے ہیں ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

بات پر قادر ہے ۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

اور زمین کی سلطنت ۔ اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی یار و

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْــَٔلُوْا

مددگار نہیں ہے ۔ یا کیا تم چاہتے ہو اپنے رسول سے ویسا

رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ

سوال کرو جیسا اس کے پہلے موسٰی سے کیا گیا تھا ۔ اور جو

يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ

ایمان کے عوض میں کفر اختیار کرے گا وہ یقیناً سیدھے راستے سے

السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ

بھٹک گیا ۔ بہت سے اہل کتاب کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح ایمان کے

مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

بعد پھر دوبارہ تم لوگوں کو کافر بنا لیں ۔ صرف حسد کی وجہ سے جو ان کے

اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

نفوس میں ہے باوجودیکہ حق ان پر ظاہر ہو چکا ہے ، تو تم انھیں معاف

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي

کرتے رہو اور درگزر سے کام لو ، اس وقت تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے ، یقیناً اللہ ہر چیز

ف۱ یہود و نصاریٰ کے رسالت ختم النبیین پر چند ایرادات تھے ۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ خالق خود اپنی سابق کتاب اور شریعت کو منسوخ کر دے ؟ کیا اس کے احکام میں خلل کا امکان ہے یا اس کی رائے میں تبدیلی ہوتی ہے اور وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوتا ہے ؟ پھر انہی دلائل سے مسلمانوں کا ایک طبقہ تعبدیاتِ الٰہیہ میں بدا کا منکر ہو گیا ۔ اس آیت میں اسی اعتراض کا جواب ہے اور بتایا گیا ہے کہ دوسری شریعت اور کتاب کی ضرورت دو وجہوں سے پڑا کرتی ہے ۔ ایک تو یہ کہ حالات اور مصالح کی تبدیلی کی وجہ سے اب پہلے احکام اتنے مناسب نہیں رہے جتنے کہ یہ دوسرے احکام اور دوسرے یہ کہ پہلے قانون کو دنیا والوں نے تصرف و تحریف کر کے بالکل نسیاً منسیاً کر دیا اس لیے جدید شریعت اور کتاب میں اس حکم کی تجدید کی گئی ہے ۔ خیر منہا سے پہلی قسم مراد ہے اور مثلہا سے دوسری قسم ۔ حکمت کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی نہ نتیجۂ جہل ہے نہ پشیمانی بلکہ وہ عین مقتضائے علم و قدرت ہے ۔

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط

اور نماز ادا کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہو
پر قادر ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ

اور جو کچھ تم اپنے لیے نیک کاموں کا ذخیرہ آگے بھیج دوگے اُسے اللہ کے یہاں

اللّٰهِ ط إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٠﴾ وَقَالُوا لَنْ

موجود پاؤگے، یقیناً اللہ تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہرگز

يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصٰرٰى ط

جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر وہی کہ جو یہودی یا عیسائی ہو،

تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ط قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

یہ اُنہی کی خود آرزوئیں ہیں۔ کہو کہ تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش

صٰدِقِينَ ﴿١١١﴾ بَلٰى ق مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ

کرو۔ کیوں نہیں جو اپنے کو اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ

مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ص وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

حسنِ عمل بھی رکھتا ہو تو ضرور اُس کے پروردگار کے پاس اُس کا اجر ہے اور نہ انھیں کوئی خوف ہوگا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾ ع وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى

اور نہ کبھی افسوس ہوگا۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا مذہب

عَلٰى شَيْءٍ ص وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى

کچھ نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کا مذہب کچھ نہیں

شَيْءٍ لا وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ

حالانکہ یہ سب اُسی ایک کتاب کے پڑھنے والے ہیں یونہی وہ جو علم

لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

رکھتے ہی نہیں کہنے لگے انہی کی سی بات اب اللہ ان کے درمیان قیامت کے

الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ

دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں یہ اختلاف کرتے رہے ہوں گے اور اس سے بڑھ کر ظالم

---

۱ یہودی کہتے تھے کہ نجات صرف یہودیت سے وابستہ ہے اور نصارٰی کا قول تھا کہ نجات صرف عیسائیت میں منحصر ہے۔ قرآن نے چونکہ دونوں جماعتوں کے لیے ایک مشترک لفظ "اہلِ کتاب" کا صرف کر کے اُن کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا ان دونوں کے مقولوں کو سمو کر مشترک طور سے ان کا نقل قول کیا۔

۲ وہ ظاہر تو کرتے تھے اپنے اس ادعا کو بطورِ خبر اور وہ بھی حتم و جزم کے ساتھ مگر قرآن نے اس کے جواب میں ظاہر کیا ہے کہ بطورِ واقعہ ان کو اس کے کہنے کا کوئی حق ہے نہیں۔ ہاں ان کو تمنائیں بے شک یہی ہیں لیکن ان آرزوؤں کے پورے ہونے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ اسی لیے امانی کی لفظ صرف کی گئی اور اگر ایسے توقعات ہوں جن کے پورے ہونے کا قرینہ پایا جاتا ہو تو ان کے لیے امانی نہیں بلکہ امال کی لفظ صرف کی جاتی ہے یعنی امیدیں۔ حالانکہ امید کے لیے کبھی پورے نہ ہونے کا امکان ہوتا ہے مگر قرینہ اس کے وقوع کا کچھ نہ کچھ سامنے ہوتا ہے آرزو میں ایسا بالکل نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اپنے خیالی جذبات کی پیداوار ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔

مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى

کون ہوگا کہ جو اللہ کی مسجدوں میں نامِ خدا لیے جانے کو روکے اور اُن کی بربادی

فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ

کی کوشش کرے یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اس کا حق نہیں کہ وہ ان مسجدوں میں داخل ہوں

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي

مگر ڈرتے ڈرتے چوری چھپے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لیے آخرت

الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق

میں بڑا عذاب ہے۔ اور اللہ کے مشرق اور مغرب دونوں

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾

ہی ہیں تو جدھر تم رُخ کرو اُدھر اللہ کی رضی مل سکتی ہے یقیناً اللہ وسعت والا اور بڑا علم رکھنے والا ہے

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا اپنے لیے قرار دیا ہے بری ہے اس کی ذات بلکہ اس کا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿١١٦﴾ بَدِيْعُ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ وہ آسمانوں کا اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

زمین کا موجد ہے، اور جب وہ کسی بات کو طے کر دیتا ہے تو بس اُس سے

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

کہتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے اور جو دانائی سے محروم ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ

ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا قدرت کی کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں آتی۔ یوں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ

ہی وہ جو ان کے پہلے تھے انھی کی سی بات کہتے تھے ان سب کے دل ملتے جلتے ہوتے ہیں،

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

ہم نے تو اپنی نشانیاں تمھارے صاف صاف پیش کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو یقین کرنے پر تیار ہوں ہم نے تم کو حق کے

سلہ یہود و نصاریٰ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے عبادت کرتے تھے جو مدینے سے سمتِ مشرق میں واقع ہے۔ مسلمانوں کے لیے جب کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا جو سمتِ مغرب میں تھا تو انھوں نے اس پر نکتہ چینی شروع کی۔ اس کے جواب میں یہ آیت اور اس سورہ کی متعدد آیتیں جو بعد میں آئیں گی نازل ہوئیں۔ اس آیت میں اصولی طور پر سے واضح کیا گیا ہے کہ سمت بحیثیت سمت کسی تقدس کی حامل نہیں۔ اصل نصب العین حکمِ الٰہی کی تعمیل کو قرار دینا چاہیے اور جدھر کے لیے اس کا حکم ہو جائے خواہ وہ مشرق ہو اور خواہ مغرب، اسی طرف اس کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔

سلہ کسی سمتِ خاص کی طرف توجہ کی پابندی وہ عمومی حالات میں نماز فریضہ کے لیے ہے مسلمانوں کے درمیان یک رنگی و یکجہتی نمایاں کرنے کے لیے ورنہ حقیقتِ عبادت میں اس کا کوئی دخل نہیں اس لیے [illegible] اور سجدۂ قرآن اور بہت سے حالات میں نماز نافلہ اور بعض اوقات نماز فریضہ میں یہ پابندی اٹھ جاتی ہے اور جدھر بھی رُخ کرے ادھر ہی عبادت درست ہو جاتی ہے اور وہاں اس آیت کا مضمون پوری شدت و قوت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا ہے۔

بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ
ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور دوزخ جانے والوں کی جواب دہی تم

الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى
پر نہیں ہے اور تم سے یہودی اور عیسائی تو اس وقت تک کبھی خوش نہیں ہو سکتے

حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ
جب تک کہ تم اُن کے مذہب کے پیرو نہ ہو جاؤ تم کہہ دو کہ اصل ہدایت تو اللہ کی

الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ
ہدایت ہے، اور اگر تم اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آ چکا ہے اُن کے

جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ
من مانے خیالات کی پیروی کرو تو اللہ کے غضب سے بچانے کے لیے تمہارا نہ کوئی یار ہو گا

لَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ
نہ مددگار جنھیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ اُسے پڑھنے کا حق ادا

تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ
کرتے ہوئے پڑھتے ہیں، وہ اُس پر ایمان لے آتے ہیں اور جو اس سے انکار کرتے ہیں،

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
تو یہ وہ ہیں جو خسارے میں ہیں۔ اے بنی اسرائیل!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ
میری وہ نعمت یاد کرو جس سے میں نے تمھیں نوازا اور یہ کہ میں نے تمھیں

فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ
تمام جہان والوں سے زیادہ عطا کیا۔ اور اُس دن سے بچنے کا سامان کرو جب نہ کوئی

عَنْ نَّفْسٍ شَـيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا
دوسرے کو کچھ فائدہ پہنچا سکے گا اور نہ کسی کا کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ

تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى
سفارش کسی کو کچھ فائدہ پہنچا سکے گی اور نہ انھیں کوئی مدد مل سکے گی اور وہ وقت جب ابراہیم کا

ف١ رسولِ خدا کو اس کی بڑی فکر تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ایمان لائیں حالانکہ حقیقی کامیابی اس بارے میں آپ نے اپنی زندگی میں حاصل فرمائی وہ کسی دوسرے نبی یا رسول کی تاریخ میں نایاب ہے۔ پھر بھی جو ایمان نہیں لائے تھے اور کفر و شرک پر قائم تھے اُن کے متعلق آپ کو بہت ملال ہوتا تھا اس طرح کی آیتیں آپ کے اسی رنج و ملال کو دور کرنے کے لیے آتی ہیں کہ ایمان لانا نہ لانا اُن لوگوں کا فعل ہے اس کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔

ع ١٤

اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ

اُن کے پروردگار نے چند باتوں کے ساتھ امتحان لیا اور انھوں نے ان باتوں کو پورا کر دیا تو ارشاد ہوا کہ میں تمھیں

لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ

خلقِ خدا کا امام بناتا ہوں۔ انھوں نے کہا اور میری اولاد میں سے؟ ارشاد ہوا کہ میری طرف کا عہدہ

عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً

ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔ اور ایک وقت وہ تھا جب ہم نے خانۂ کعبہ کو تمام لوگوں کا

لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ

مرکز اور مقامِ امن قرار دیا۔ اب تم لوگ مقامِ ابراہیم کو اپنی نماز

مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ

کی جگہ بناؤ، اور ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم دیا تھا کہ

طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ

میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود

السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

کرنے والوں کے لیے اور وہ وقت جب ابراہیم نے کہا اے میرے پروردگار اس کو امن

بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

والا شہر بنا اور اس میں رہنے والوں کو پھلوں سے روزی عطا کر انھیں کو جو ان میں

مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

سے اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں۔ ارشاد ہوا کہ اور جو کفر اختیار کرے گا

فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ

میں اُسے بھی کچھ دن تو مزے اٹھا لینے دوں گا پھر اُسے بجبر دوزخ کے عذاب کی طرف لے جاؤں گا

وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ

اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے اور وہ وقت جب ابراہیم خانۂ کعبہ کی بنیادیں اونچی کر رہے

مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ

تھے اور اُن کے ساتھ اسمٰعیل، اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرما یقیناً تو

سلہ امام کے لغوی معنی ہیں جس کی پیروی کی جائے۔ مذہبی اصطلاح میں وہ ایک منصب ہے جس کے لازمی نتیجہ میں مفترض الطاعۃ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جناب ابراہیمؑ کے لیے نبوت و رسالت کے مراتب پر فائز ہونے کے باوجود امتحان کے معیار پر پورے اُترنے کے بعد امامت کا اعلان کیا جانا منصبِ امامت کی رفعت کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امامت لغوی معنی میں چاہے ہر نبی و رسول کے لیے ثابت ہو لیکن بحیثیت منصب من جانب اللہ وہ ایک مخصوص عہدہ ہے جو نبوت و رسالت کے لیے لازم نہیں ہے۔

سلہ غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ از اول سوال ابراہیمؑ تمام ذرّیت سے متعلق ہی نہ تھا کیونکہ اُن کے الفاظ من ذریتی ہیں من تبعیضیہ جو بعض افراد سے تعلق کو بتاتا ہے لہٰذا خالقِ کریم کے جواب کو دعائے ابراہیم کی رد یا اُس میں کمی سمجھنا غلط ہو گا بلکہ یہ دعا سے اس کی قبولیت کا اظہار ہے اُس کے ابہام کی تشریح کے ساتھ۔ مطلب فقرہ کا ہوتا ہے کہ "ہاں ضرور تمہاری اولاد میں یہ منصب رہے گا۔ البتہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔" ظالم کی تشریح خود قرآن میں موجود ہے کہ ومن یتعد حدود اللہ فاولٰئک ھم الظٰلمون لہٰذا ہر گنہگار کسی نہ کسی حد تک ظالم کے تحت میں داخل ہے اور وہ امامت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ

بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے پروردگارا اور یہ عرض ہے کہ ہم دونوں کو اپنی بارگاہ

لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ص وَأَرِنَا

میں مسلم قرار دے اور ہماری نسل میں سے بھی ایک امت قرار دے جو تیری بارگاہ میں مسلم ہو اور ہمیں ہماری

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ

طاعت و عبادت کے طریقے آنکھوں سے دکھا دے اور ہماری طرف اپنی خصوصی توجہ مبذول فرما یقیناً تو بڑا توجہ فرمانے

الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو

والا اور مہربان ہے۔ پروردگارا اور یہ گزارش ہے کہ ان میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیجنا جو انہیں تیری

عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط

آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق کو درست کرے

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾ ع وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ

یقیناً تو بڑے زبردست اقتدار کا مالک اور بڑا حکمت والا ہے اور کون ہوگا جو ابراہیم کے مذہب سے

إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ

روگردانی کرے سوا اس کے جس نے خود اپنے کو بے وقوف بنا رکھا ہو اور ہم نے انھیں دنیا میں بھی

فِي الدُّنْيَا ۚ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۳۰﴾

منتخب کیا اور یقیناً وہ آخرت میں بھی نیکوکاروں میں محسوب ہوں گے۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۳۱﴾

جب اُن سے اُن کے پروردگار نے فرمایا سر جھکاؤ[1] انھوں نے کہا جھکا دیا سر میں نے تمام جہانوں کے پروردگار

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ط يَا بَنِيَّ إِنَّ

کے سامنے اور ابراہیم نے اس کے متعلق وصیت کی اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی اے میرے فرزند!

اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

یقیناً اللہ نے تمہارے لیے یہ مخصوص دین منتخب کر دیا ہے لہذا تم مرتے دم تک مسلم

مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۲﴾ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

ہی رہنا تم کو اُس وقت کہیں موجود تھے جب یعقوب کی موت کا

ع ۸ / ۱۵

[1] "سر جھکانے والا" یہ صفت بحیثیت صفت عباد مخلصین اور بالخصوص انبیاء و مرسلین میں ہمیشہ ہی سے پائی جاتی تھی۔ ابراہیم نے اس صفت رکھنے والے کو لفظ "مسلم" سے یاد کیا اور اُس وقت سے یہ اصطلاح قائم ہو گئی۔ ترجمہ میں ہم نے بجائے اس لفظ کے ترجمہ کے اصل لفظ "مسلم" ہی رکھ دیا ہے

[2] "ہماری" کی اضافت ابراہیم اور اسمٰعیل دونوں کی طرف ہے۔ لہذا امت مسلمہ کے ظہور کی پیشین گوئی چاہے اولاد اسمٰعیل کے ذریعہ سے ہی ہو لیکن اس امت میں شمولیت کا مطالبہ قدرت کی طرف سے تمام اولاد ابراہیم کو شامل ہوگا چاہے وہ نسل اسمٰعیل سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔

ع۔ سر جھکانے والا۔

الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدي

ہنگام آیا اور انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے

قالوا نعبد الهك واله ابائك ابرهم و

انھوں نے کہا کہ ہم عبادت کریں گے آپ کے خدا اور آپ کے باپ دادا ابراہیم،

اسمعيل واسحق الها واحدا ونحن له

اسمٰعیل اور اسحٰق کے خدا معبودِ واحد کی اور ہم اُس کی بارگاہ میں

مسلمون ﴿۱۳۳﴾ تلك امة قد خلت لها ما كسبت و

مسلم رہیں گے یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس کے لیے وہ ہے جو اُس نے کیا اور

لكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعملون ﴿۱۳۴﴾ و

تمھارے لیے وہ ہے جو تم کروگے، اور وہ جو کچھ کرتے تھے اُس کی جواب دہی تم سے نہیں ہوگی۔ اور وہ

قالوا كونوا هودا او نصرى تهتدوا قل بل ملة

کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ یا عیسائی تو راہ راست پر آجاؤگے کہہ دو کہ نہیں بلکہ ہم سچا راستہ

ابرهم حنيفا وما كان من المشركين ﴿۱۳۵﴾ قولوا

دین حق کے پرستار ابراہیم کے مذہب کو سمجھتے ہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے کہہ دو کہ

امنا بالله وما انزل الينا وما انزل الى ابرهم

ہم تو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اُس پر کہ جو ہماری طرف بھیجا گیا ہے اور اس پر کہ جو ابراہیم

واسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط وما

اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اسباط پر اتارا گیا اور جو

اوتي موسى وعيسى وما اوتي النبيون من

موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے انبیاء کو ان کے

ربهم لا نفرق بين احد منهم و

پروردگار کی طرف سے دیا گیا، ہم اُن میں سے کسی میں جیسے تفریق نہیں کرتے اور

نحن له مسلمون ﴿۱۳۶﴾ فان امنوا بمثل ما امنتم

ہم اُس کی بارگاہ میں مسلم ہیں۔ اب اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم

له "آباء" کی لفظ کے اصلی معنی تو باپ داداؤں کے ہوتے ہیں مگر چونکہ چچا بھی باپ کا ہم رتبہ ہوتا ہے اس لیے اس آیت میں اسمٰعیل کو بھی آباء کے ذیل میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ وہ یعقوب کے عم بزرگوار اسحٰق کے بھائی تھے اس مسلّم الثبوت نظیر کے بعد اگر کہا جائے کہ آذر جناب ابراہیم کے باپ نہیں بلکہ چچا کا نام تھا تو اسے نصِ قرآنی کے مخالف نہیں سمجھا جا سکتا۔

ے کسی کام کے عمل میں لانے ہی کو لفظ کسب سے ادا کیا گیا ہے۔ اس کا کسب کی اُس اصطلاح سے کوئی تعلق نہیں ہے جسے بعض فرق اسلامیہ کے متکلمین نے عقیدۂ جبر پر پردہ ڈالنے کے لیے وضع کیا ہے اور خالق کو افعالِ عباد کا فاعل ماننے کے بعد جس کے کوئی معنی ہی نہیں رہ جاتے۔

بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ

ایمان لائے ہو تو وہ بھی راہ راست پر ہو جائیں گے اور اگر انھوں نے روگردانی اختیار کی تو پھوٹ ڈالنے والے وہی

شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

ہیں ، اس صورت میں اللہ ان کے مقابلہ میں تمھاری مدد کرے گا اور وہ سننے والا اور

الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

بڑا جاننے والا ہے۔ ہم اللہ کے رنگ[1] پر ہیں، اور اللہ سے اچھا کس کا

صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا

رنگ ہوگا اور ہم اُس کے عبادت گزار ہیں ۔ کہو کہ کیا تم اللہ کے بارے میں

فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ

بھی ہم سے تکرار کروگے وہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی پروردگار ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں تمھارے لیے تمھارے اعمال

وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ

ہیں بے شک ہم اس کی خالص عبادت کرنے والے ہیں کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراھیم ،

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا

اسمٰعیل ، اسحٰق ، یعقوب اور اسباط یہودی یا

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَ

عیسائی تھے ، ان سے کہنا چاہیے کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ ، اور اُس

مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ

سے زیادہ ظالم کون ہوگا کہ جو کسی گواہی کو جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے، پوشیدہ کرے،

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ

اور اللہ تمھارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے ۔ یہ ایک جماعت

اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا

تھی جو گزر گئی ۔ اُس کے لیے وہ ہے جو اُس نے کیا اور تمھارے لیے وہ ہے جو تم

كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

کروگے اور وہ جو کچھ کرتے تھے اُس کی جواب دہی تم سے نہیں ہوگی ۔

[1] چونکہ یہود اور نصاریٰ کے یہاں دین کے اختیار کرنے کے ثبوت میں ایک خاص قسم کے رنگین پانی کے ساتھ غسل کا رواج تھا جسے اصطباغ تعمید اور بپتسمہ کہا جاتا ہے اس لیے ان کے بالمقابل مسلمانوں کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ تمھیں کسی مصنوعی رنگ کی ضرورت ہوگی مگر ہم تو پہلے ہی سے خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں یعنی اُس کے دینِ فطرت کے پیرو ہیں ہمیں کسی ایسے مصنوعی رنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ دینِ فطرت کو رنگ اس اعتبار سے بھی کہا گیا ہے کہ اس کے آثار و مظاہر ایک مسلمان کی زندگی سے ہویدا ہوتے ہیں اگر وہ سچا مسلمان ہے۔

(تمام شد بتاریخ ۴ شوال ۱۳۶۲ھ در لکھنؤ)


MAAB 1431
maablib.org

ترجمہ

نہج البلاغۃ

اس عظیم الشان کتاب کے کئی اردو ترجمے اور شرحیں معرضِ تحریر میں آئیں اور اس کے انمول موتیوں کو اردو کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی مگر اصل کی خصوصیات ترجموں میں نہ آسکیں اور اربابِ ذوق کی تشنگی بڑھتی ہی گئی۔ الحمدللہ کہ علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ نے اس طرف توجہ فرمائی اور شارحانہ حواشی کے ساتھ اس کا ایک واضح و سلیس ترجمہ فرمایا جو صحت و سلاست اور حلِ نکات و تشریحِ مطالب کے لحاظ سے تمام تراجم و شروح میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کتاب میں واقعات کا تجزیہ، اعتراضات کا حل، تاریخی پس منظر اور دورِ امیر المومنین کے تاریخی انقلابات و نتائج غرض کہ وہ تمام حقائق جو نہج البلاغہ کے سمجھنے میں ضروری ہیں، شرح و بسط سے درج ہیں۔

اس کتاب کا مقدمہ حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ دام ظلہ نے تحریر فرمایا ہے۔ جو ان کی تحقیقی و تدقیقی کاوشوں کا نتیجہ اور علمی دنیا میں بیش بہا اضافہ ہے۔

اہلِ علم اور نہج البلاغہ کے حقائق پرور و ایمان افروز مطالب سے ذوق و شوق رکھنے والے حضرات ذیل کے پتہ سے طلب فرمائیں:

قیمت ہر سہ حصص (مجلد): پچیس روپے

ادارۂ علمیہ (پاکستان) فلیمنگ روڈ۔ لاہور

